PDF Compressor Free Version

الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ))

(رواہ الترمذی)

حضرت ابو سعید خدری ؓ نے روایت کیا نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "پوری سچائی اور ایمان داری کے ساتھ کاروبار کرنے والا تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔"

تشریح: "الصدوق" اور "الامین" مبالغے کے صیغے ہیں جن کا مفہوم ہے سچائی اور دیانت داری کی پورے اہتمام سے پابندی کرنے والے۔ ایسی صفات رکھنے والے تاجروں کو اس ارشادِ نبوی میں خوشخبری دی گئی کہ وہ آخرت میں وہ انبیاء علیہم السلام، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوں گے۔ سورۂ نساء آیت 69 میں بیان کیا گیا:

(وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾) (النساء:69)

"جو بندے اللہ و رسول ﷺ کی فرمانبرداری کریں گے، وہ (آخرت میں) اُن مقربین کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے، یعنی انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ سب بہت اچھے رفیق ہیں۔"

تجارت اور سوداگری بڑی آزمائش کی چیز ہے۔ تاجر کے سامنے بار بار ایسی صورتیں آتی ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سچائی اور دیانت داری کا لحاظ کرنے کے بجائے اپنی تجارتی مصلحت کے مطابق عمل کرے تو ہزاروں لاکھوں کا نفع کما سکتا ہے۔ پس جو تاجر اپنی تجارتی مصلحت اور نفع نقصان سے صرفِ نظر کر کے اللہ کے حکم کے مطابق ہر حال میں سچائی اور ایمان داری کی پابندی کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بہت اونچا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے آخرت میں اپنے مقبول ترین

بندوں یعنی انبیاء علیہم السلام، صدیقین اور شہداء کی قربت عطا فرمائے گا۔ بلاشبہ سچائی و دیانت داری کے صلہ میں یہ ایک عظیم انعام ہے جو اُسے عطا کیا جائے گا۔

تنبیہ:

یہ حقیقت سامنے رہنی چاہیے کہ بعض نیک اعمال پر ملنے والی بشارتیں اس شرط کے ساتھ مشروط ہوتی ہیں کہ وہ انسان اُن خبیث اور مہلک باتوں سے پرہیز کرے جن سے شریعت نے روکا ہے۔ ایسی باتوں میں ملوث ہونا انسان کو اچھے اعمال کے اجر و ثواب اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم کر دیتا ہے۔

دستکاری، صنعت وحرفت اور محنت ومزدوری کی فضیلت

✪ عَنِ الْمِقْدَامِ ؓ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ ؑ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ)) (بخاری)

حضرت مقدام ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "کسی نے کبھی کوئی کھانا اُس سے بہتر نہیں کھایا کہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کما کے کھائے، اور اللہ کے پیغمبر داؤد ؑ اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کھاتے تھے۔"

تشریح: تحصیلِ معاش کی صورتوں میں بہت اچھی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ سے کوئی ایسا کام کرے جس سے اُس کی ضروریاتِ زندگی پوری ہوں۔ اس ارشادِ نبوی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کمانے کو حضرت داؤد ؑ کی سنت قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ وہ زرہیں بناتے تھے۔ اس ارشادِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوا کہ آپ ؑ نے اسی ہنر کو اپنا ذریعہ معاش بنایا تھا۔ بلاشبہ اس ارشادِ نبوی ﷺ نے دستکاری اور ذاتی محنت کو بہت بلند مقام عطا فرما دیا ہے۔

✪ عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ ؓ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَيُّ

PDF Compressor Free Version

الْكَسْبِ أَطْيَبُ؟ قَالَ ((عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُورٌ)) (رواہ احمد)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سی کمائی زیادہ پاک اور اچھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "آدمی کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا اور ہر تجارت جو پاک بازی کے ساتھ ہو۔"

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ کے مطابق سب سے اچھی کمائی وہ ہے جو خود اپنے دستِ بازو اور اپنی محنت سے حاصل کی گئی ہو۔ البتہ ہر ایسی تجارت کی کمائی بھی پاکیزہ ہے جو شریعت کے احکام کے مطابق ہو اور دیانت داری کے ساتھ کی جائے۔

زراعت و باغبانی کا عظیم اجر و ثواب

✪ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ)) (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"جو کوئی مسلمان بندہ درخت کا پودا لگائے یا کاشت کرے، پھر اُس میں سے پرندے کھائیں یا آدمی یا کوئی جانور تو وہ اُس کے حق میں صدقہ ہوگا۔"

تشریح: باغات لگانے والوں اور کاشتکاری کرنے والوں کے لیے اِس حدیثِ مبارکہ میں نہایت عظیم بشارت ہے۔ اگر کوئی آدمی یا چلتا پھرتا جانور یا اڑتا ہوا پرندہ اُن کے درخت کا پھل یا پتے اور کھیت میں سے کچھ کھائے تو اُن کو صدقہ کرنے کا اجر دیا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد باغبانی اور کاشتکاری کے لیے جن پر انسانوں کی بنیادی ضرورتوں کا دار و مدار ہے، کتنی بڑی ترغیب اور ہمت افزائی کا ذریعہ ہے۔

جائز مال و دولت بندۂ مومن کے لیے اللہ کی نعمت ہے

✪ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ لَهُ: ((إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَبْعَثَكَ عَلَى جَيْشٍ فَيُسَلِّمَكَ اللّٰهُ وَ يُغْنِمَكَ وَأَرْغَبُ لَكَ مِنَ الْمَالِ رَغْبَةً صَالِحَةً)) قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَا أَسْلَمْتُ مِنْ أَجْلِ الْمَالِ وَلٰكِنِّي أَسْلَمْتُ رَغْبَةً فِي الْإِسْلَامِ وَأَنْ أَكُونَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ: ((يَا عَمْرُو نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرْءِ الصَّالِحِ)) (رواہ احمد)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ "میرا ارادہ ہے کہ تم کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجوں، پھر تم اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحیح سالم لوٹو (اور وہ مہم تمہارے ہاتھ سے کامیاب ہو) اور تمہیں مالِ غنیمت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں مال و دولت کا اچھا عطیہ ملے۔" تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے اسلام مال و دولت کے لیے قبول نہیں کیا ہے، بلکہ میں نے اسلام کی رغبت و محبت کی وجہ سے اُسے قبول کیا ہے اور اِس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت و رفاقت مجھے نصیب ہو۔ اِس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اے عمرو! اللہ کے صالح بندہ کے لیے جائز و پاکیزہ مال و دولت اچھی چیز (اور قابلِ قدر نعمت) ہے۔"

تشریح: دیگر احادیث سے رہنمائی ملتی ہے کہ اگر فقر و مسکنت کے ساتھ صبر اور تسلیم و رضا نصیب ہو تو پھر بلا شبہ یہ فقر و مسکنت بہت بلند مقام ہے اور اِس میں بڑی خیر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے یہی پسند فرمایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے تھے۔ البتہ اِس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو جائز اور پاک ذرائع سے مال و دولت نصیب فرمائے اور شکر کی اور صحیح مصارف میں

PDF Compressor Free Version

خرچ کرنے کی توفیق دے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور بڑی قابلِ قدر نعمت ہے۔

انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت داؤد علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام و یوسف علیہ السلام اور اُن کے علاوہ بھی متعدد حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اِس فضل سے نوازا تھا۔ اکابر صحابہ میں حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، اور حضرت زبیر بن عوام وغیرہم رضی اللہ عنہم کو بھی اِس فضل خداوندی سے وافر حصہ عطا ہوا تھا۔

مالی معاملات کی نزاکت واہمیت

✪ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَزُوْلُ قَدَمُ ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَ عَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَّالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَ فِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ)) (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن (جب حساب کتاب کے لیے بارگاہِ خداوندی میں پیشی ہوگی تو) آدمی کا پاؤں اپنی جگہ سے سرک نہ سکے گا جب تک کہ اُس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کرلی جائے۔ ایک اُس کی پوری زندگی کے بارے میں کہ کن کاموں اور مشغلوں میں اُس کو ختم کیا؟ اور دوسرے خصوصیت سے اُس کی جوانی کے بارے میں کہ کن مشغلوں میں اُس کو بوسیدہ اور پرانا کیا۔ اور تیسرے اور چوتھے مال و دولت کے بارے میں کہ کہاں سے اور کن طریقوں اور راستوں سے اُسے حاصل کیا اور کن کاموں اور کن راہوں میں اُسے صرف کیا۔ اور پانچواں سوال یہ ہوگا کہ جو کچھ معلوم تھا اُس پر کتنا عمل کیا۔

تشریح: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت بڑا احسان ہے کہ اُنہوں نے ہمیں پہلے سے بتادیا کہ روزِ قیامت وقتِ حساب کیا سوالات پوچھے جائیں گے۔ مال کے حوالے سے ہر آدمی

کو اپنے پورے آمد و خرچ کا حساب دینا ہوگا۔ کتنا مال حلال طریقہ سے کمایا اور کتنا خدا نخواستہ حرام طریقہ سے؟ پھر کمائی کو کن مدوں میں خرچ کیا، جائز میں یا ناجائز میں؟ الغرض اِس دنیا اور اُس کی زندگی میں ہم جو کچھ کماتے اور خرچ کرتے ہیں، آخرت میں اِس کا پورا پورا حساب دینا ہوگا۔ وہ بندے بڑے خوش نصیب اور خوش قسمت ہیں جو قیامت کے دن کے حساب کو پیش نظر رکھتے ہوئے کمانے اور خرچ کرنے اور سارے مالی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے احکام کی پابندی کرتے ہیں۔ اُن کا انجام بہت خطرناک ہے جو اِس حوالے سے بے فکر اور بے پرواہ ہیں۔

حرام مال کی نحوست اور بدانجامی

✪ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((لَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالًا مِنْ حَرَامٍ فَيُنْفِقَ مِنْهُ فَيُبَارَكَ لَهٗ فِيْهِ وَلَا يَتَصَدَّقُ بِهٖ فَيُقْبَلَ مِنْهُ وَلَا يَتْرُكُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ اِلَّا كَانَ زَادَهٗ اِلَى النَّارِ. اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَمْحُو السَّيِّئَ بِالسَّيِّئِ وَلٰكِنْ يَمْحُو السَّيِّئَ بِالْحَسَنِ. اِنَّ الْخَبِيْثَ لَا يَمْحُو الْخَبِيْثَ)) (رواہ احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ (کسی ناجائز طریقہ سے) حرام مال کمائے اور اُس میں سے خرچ کرے تو اُس میں (منجانب اللہ) برکت ہو اور اُس میں سے صدقہ کرے تو اُس کا صدقہ قبول ہو۔ اور جو شخص حرام مال (مرنے کے بعد) پیچھے چھوڑ کے جائے گا تو وہ اُس کے لیے جہنم کا توشہ ہی ہوگا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ گندگی، گندگی کو نہیں دھوسکتی۔"

PDF Compressor Free Version

تشریح: یہ حدیثِ مبارکہ آگاہ کررہی ہے کہ حرام مال سے کیا ہوا صدقہ قبول نہیں ہوتا اور نہ اِس میں برکت ہوتی ہے۔ جب کوئی آدمی ناجائز وحرام طریقہ سے کمایا ہوا مال مرنے کے بعد وارثوں کے لیے چھوڑ جاتا ہے تو وہ آخرت میں اُس کے لیے وبال کا باعث ہوگا۔ اُسے حرام کمانے کا گناہ ہوگا اور وارثوں کو حرام کھلانے کا بھی۔ اِس کے برعکس وارثوں کے لیے حلال مال چھوڑ جانا ایک طرح کا صدقہ ہے اور اِس پر یقیناً اجرو ثواب ملنے والا ہے۔ صدقہ اگر صحیح اور پاک مال سے ہو تو وہ گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کا وسیلہ بن جاتا ہے، لیکن اگر حرام اور ناپاک مال سے صدقہ کیا گیا تو وہ نجس اور ناپاک ہے۔ وہ گناہوں کی گندگی کو دھونے کی اور گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کا وسیلہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، جس طرح گندے اور ناپاک پانی سے ناپاک کپڑا پاک صاف نہیں کیا جاسکتا ہے۔

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَّاِنَّ اللهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ (یَآ اَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ) وَقَالَ (یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَارَزَقْنَاكُمْ) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَى السَّمَاءِ یَا رَبِّ یَا رَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَّمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَّمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَّغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ))

(رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اُس نے اِس بارے میں جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے وہی اپنے سب مومن بندوں کو دیا ہے۔ پیغمبروں کے لیے اُس کا ارشاد ہے کہ ”اے پیغمبرو! تم کھاؤ

پاک اور حلال غذا اور عمل کرو صالح۔ بے شک میں جانتا ہوں وہ جو تم کررہے ہو۔“ اور اہل ایمان کو مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ ”اے ایمان والو! تم ہمارے رزق میں سے حلال اور طیب کھاؤ (اور حرام سے بچو)“۔ اِس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر فرمایا ایک ایسے آدمی کا جو طویل سفر کرکے (کسی مقدس مقام پر) ایسے حال میں جاتا ہے کہ اُس کے بال پراگندہ ہیں اور جسم اور کپڑوں پر گرد وغبار ہے اور آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا اٹھا کے دعا کرتا ہے۔ اے میرے رب! اے میرے پروردگار! اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام غذا سے اُس کی نشوونما ہوئی ہے تو اُس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔“

تشریح: اِس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مقدس اور پاک ہے اور وہ اُسی صدقہ اور اُسی نذر و نیاز کو قبول کرتا ہے جو پاک مال سے ہو۔ حرام سے بچنے اور صرف حلال استعمال کرنے کا حکم وہ امرِ الٰہی ہے جو تمام اہل ایمان کی طرح سب پیغمبروں کو بھی دیا گیا تھا۔ لہٰذا ہر مومن کو چاہئے کہ وہ اِس حکمِ الٰہی کی عظمت و اہمیت کو محسوس کرے اور ہمیشہ اِس پر عمل پیرا رہے۔ مزید ارشاد ہوا کہ حرام مال اتنا خبیث اور ایسا منحوس ہے کہ اگر کوئی آدمی سر سے پاؤں تک درویش اور قابلِ رحم فقیر بن کے کسی مقدس مقام پہ جاکے دعا کرے، لیکن اُس کا کھانا پینا، اور لباس حرام مال سے ہو تو اُس کی دعا قبول نہ ہوگی۔

✪ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ مَنِ اشْتَرٰى ثَوْبًا بِعَشْرَةِ دَرَاهِمَ وَفِیْهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَمْ یَقْبَلِ اللهُ لَهٗ صَلٰوةً مَادَامَ عَلَیْهِ ثُمَّ اَدْخَلَ اُصْبُعَیْهِ فِیْ اُذُنَیْهِ ثُمَّ قَالَ صُمَّتَا اِنْ لَّمْ یَكُنِ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سَمِعْتُهٗ یَقُوْلُهٗ (رواہ احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اُنہوں نے بیان فرمایا:

"جس شخص نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا اور اُن میں ایک درہم بھی حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اُس کے جسم پر رہے گا اس کی کوئی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہ ہوگی"۔(یہ بیان کرکے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں دے لیں اور بولے "بہرے ہوجائیں میرے یہ دونوں کان اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ بات فرماتے نہ سنا ہو۔!"

✪ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قَالَ: ((لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَکُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِهٖ))

(رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:"وہ گوشت اور وہ جسم جنت میں نہ جاسکے گا جس کی نشوونما حرام مال سے ہوئی ہو۔اور ہر ایسا گوشت اور جسم جو حرام مال سے پلا بڑھا ہے دوزخ اُس کی زیادہ مستحق ہے۔"

تشریح: اللہ کی پناہ! اِس حدیث میں بڑی سخت وعید ہے۔دنیا میں جو شخص حرام کمائی کی غذا سے پلا بڑھا ہوگا وہ جنت میں داخلہ سے محروم رہے گا اور دوزخ ہی اُس کا ٹھکانہ ہوگا۔" اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا! " شارحینِ حدیث نے قرآن وحدیث کے دوسرے نصوص کی روشنی میں اِس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ ایسا آدمی حرام خوری کی سزا پائے بغیر جنت میں نہ جاسکے گا۔ہاں اگر وہ مومن ہوگا تو حرام کا عذاب بھگتنے کے بعد جنت میں جاسکے گا۔البتہ اگر مرنے سے پہلے اُس نے سچی توبہ کرلی اور جن کا مال ناحق کھایا ہے اُنہیں اُن کا حق لوٹانے کی ہر ممکن کوشش کی تو امید ہے کہ اُسے عذاب کے بغیر بھی بخش دیا جائے۔رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ۔

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قَالَ: ((یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ

PDF Compressor Free Version

زَمَانٌ لَا یُبَالِی الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ، اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ))

(رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:"لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو اِس کی پرواہ نہ ہوگی کہ وہ جو لے رہا ہے آیا وہ حلال ہے یا حرام۔"

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس زمانہ کی خبر اِس حدیث میں دی ہے بلاشبہ وہ آچکا ہے۔آج امت میں اُن لوگوں میں بھی جو دین دار سمجھے جاتے ہیں، کتنے ہیں جو اپنے پاس آنے والے روپیہ پیسہ یا کھانے پہننے کی چیزوں کے بارے میں یہ سوچنا اور تحقیق کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ہوسکتا ہے کہ آگے اِس سے بھی زیادہ خراب زمانہ آنے والا ہو۔حلال وحرام اور جائز وناجائز میں تمیز نہ کرنا، روحِ ایمانی کی موت ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اِس سلسلہ کی تعلیمات و ہدایات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں اور اُن کے دلوں پر کیا اثر ڈالا تھا، اِس کا اندازہ درج ذیل دو واقعات سے کیا جاسکتا ہے:

صحیح بخاری میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ مروی ہے کہ اُن کے ایک غلام نے کھانے کی کوئی چیز اُن کی خدمت میں پیش کی۔آپ رضی اللہ عنہ نے اُس میں سے کچھ کھا لیا۔اِس کے بعد غلام نے بتایا کہ یہ چیز مجھے اِس طرح حاصل ہوئی کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک آدمی کو میں نے خود کو کاہن ظاہر کرکے دھوکہ دیا تھا اور اُسے کچھ بتادیا تھا۔آج وہ آدمی ملا اور اُس نے مجھے اُس کے حساب میں کھانے کی یہ چیز دی۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حلق میں انگلی ڈال کر قے کی اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب نکال دیا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دودھ پیش کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے اُس کو قبول فرمالیا اور پی

PDF Compressor Free Version

لیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اُس آدمی سے پوچھا کہ یہ دودھ تم کہاں سے لائے تھے؟ اُس نے بتایا کہ میں فلاں گھاٹ کے پاس سے گزر رہا تھا، وہاں زکوٰۃ کے جانور اونٹنیاں بکریاں وغیرہ تھیں۔ لوگ اُن کا دودھ دوھ رہے تھے۔ اُنہوں نے مجھے بھی دیا، میں نے لے لیا، یہ وہی دودھ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو حلق میں انگلی ڈال کر آپ رضی اللہ عنہ نے قے کردی اور اُس دودھ کو نکال دیا۔

اِن واقعات میں اِن دونوں بزرگوں نے جو کھایا یا پیا تھا، چونکہ لاعلمی اور بے خبری میں کھایا پیا تھا، اِس لیے ہرگز گناہ نہ تھا لیکن حرام غذا کے بارے میں آپ اسے جو کچھ اِن حضرات نے سنا تھا، اُس سے یہ اتنے خوف زدہ تھے کہ اُس کو پیٹ سے نکال دینے کے بغیر چین نہ آیا۔ بے شک حقیقی تقویٰ یہی ہے۔

مقامِ تقویٰ، مشتبہ سے بھی پرہیز ضروری ہے

✪ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ: ((اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَ اِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَرْتَعَ فِيْهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَ اِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ)) (رواہ مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے کہ: بے شک جو حلال ہے وہ واضح ہے اور بے شک جو حرام ہے وہ بھی واضح ہے اور اِن دونوں کے درمیان کچھ چیزیں ہیں جو مشتبہ ہیں۔ اُن کو (یعنی اُن کے شرعی حکم کو) بہت سے

لوگ نہیں جانتے۔ پس جو شخص شبہ والی چیزوں سے بھی (ازراہِ احتیاط) پرہیز کرے وہ اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لے گا اور بے داغ رہے گا اور جو شخص شبہ والی چیزوں میں پڑے گا اور مبتلا ہوگا وہ (اندیشہ ہے کہ) حرام کے حدود میں جا گرے گا۔ اُس چرواہے کی طرح جو اپنے جانور محفوظ سرکاری علاقے کے آس پاس چراتا ہے تو اِس کا خطرہ ہوتا ہے کہ وہ جانور اُس محفوظ سرکاری علاقے میں داخل ہوکر چرنے لگیں (جو قابلِ سزا جرم ہے)۔ اور معلوم ہونا چاہئے کہ ہر بادشاہ اور فرمانروا کا ایک محفوظ علاقہ ہوتا ہے (جس میں بغیر اجازت داخلہ جرم سمجھا جاتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ کا وہ محفوظ علاقہ اُس کے محارم یعنی محرمات ہیں (آدمی کو چاہئے کہ اِن کے قریب بھی نہ جائے یعنی مشتبہ چیزوں سے بھی پرہیز کرے)۔ اور خبردار! انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ ٹھیک ہو (یعنی اُس میں نورِ ایمان، اللہ کی معرفت اور اُس کا خوف ہو) تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے (یعنی اُس کے اعمال واحوال صحیح و درست ہوتے ہیں)۔ اور اگر اُس کا حال خراب ہو تو سارے جسم کا حال بھی خراب ہوتا ہے (یعنی اس کے اعمال و احوال خراب ہوجاتے ہیں)۔ آ گاہ رہو گوشت کا وہ ٹکڑا قلب ہے۔

تشریح: احادیث کے پورے ذخیرہ میں چند حدیثیں وہ ہیں جن کو امت کے علماء اور فقہاء نے بہت اہم اور اصولی سمجھا ہے، اُنہی میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہوئی یہ حدیث بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس ارشاد میں آگاہ فرمایا ہے کہ شریعت میں جو معاملات حلال یا حرام قرار دیے گئے ہیں وہ بالکل واضح اور روشن ہیں۔ اُن کے علاوہ بہت سے معاملات ایسے ہیں جن کا جائز یا ناجائز ہونا کسی صریح دلیل سے معلوم نہ ہوسکے گا بلکہ دونوں روّیوں کی گنجائش ہوگی۔ شریعت کے ایک اصول کی روشنی میں اُن کو جائز اور کسی دوسرے اصول کی روشنی میں ناجائز قرار دیا جاسکے گا۔ ایسے

PDF Compressor Free Version

معاملات کے بارے میں بندۂ مومن کا طرزِ عمل یہ ہونا چاہئے کہ ازراہِ احتیاط وتقویٰ اُن سے بھی پرہیز کرے، اِسی میں اُس کے دین اور آبرو کی حفاظت ہے۔ جو شخص ایسی مشتبہ چیزوں سے پرہیز کا اہتمام نہ کرے گا تو وہ بے احتیاطی کا عادی بن کر محرمات کا بھی مرتکب ہو جائے گا۔ مثلاً جو چرواہا اپنے جانوروں کو اُس سرکاری محفوظ علاقے کے قریب اور بالکل اُس کی سرحد پر چرائے گا جس میں عوام کے لیے جانوروں کا چرانا جرم ہے تو بعید نہیں کہ اُس کے جانور کسی وقت اُس محفوظ علاقہ کی حدود میں داخل ہو کر چرنے لگیں۔ پس جس طرح چرواہے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے جانوروں کو سرکاری علاقہ سے دور ہی رکھے اِسی طرح بندۂ مؤمن کو چاہئے کہ وہ مشتبہ معاملات سے بھی پرہیز کرے، اِس طرح وہ محرمات اور معصیات سے ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ یہی مقامِ تقویٰ ہے۔

آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نہایت اہم بات ارشاد فرمائی۔ انسانی وجود کے بگاڑ اور سدھار، سعادت اور شقاوت کا دار و مدار اُس کے قلب کے حال پر ہے۔ قلب انسان کے پورے جسمانی وجود پر اور تمام اعضاء پر حکمرانی کرتا ہے۔ اگر وہ درست ہوگا اور اُس میں اللہ کی معرفت، اُس کا خوف اور ایمان کا نور ہوگا تو انسان کا پورا جسمانی وجود درست رہے گا اور اُس کے اعمال واحوال صحیح اور صالح ہوں گے۔ اور اگر قلب میں فساد و بگاڑ ہوگا اور اُس پر حیوانی وشیطانی جذبات کا غلبہ ہوگا تو اُس کا پورا جسمانی وجود فاسد اور غلط کار ہوگا اور اُس کے اعمال واحوال شیطانی وحیوانی ہوں گے۔ یہاں قلب سے مراد انسان کی وہ باطنی حس ہے جس کا رجحان خیر یا شر کی طرف ہوتا ہے۔ مبارک ہیں وہ بندے جو قلب اور باطن کی اِس اہمیت کو سمجھتے ہیں اور قالب اور ظاہر سے زیادہ اپنے قلب اور باطن کی فکر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنی معرفت اور ایمان کے نور سے منور فرمائے۔ آمین!

دَین (قرض)

قرض کے معاملہ کی سنگینی

✪ عَنْ اَبِیْ مُوسٰی اَلْأَشْعَرِیِّ رضی اللہ عنہ یَقُوْلُ عَنْ أَبِیْهِ رضی اللہ عنہ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنَّهٗ قَالَ: ((اِنَّ اَعْظَمَ الذُّنُوْبِ عِنْدَ اللهِ اَنْ یَّلْقَاهُ عَبْدٌ بَعْدَ الْکَبَائِرِ الَّتِیْ نَهَی اللهُ عَنْهَا اَنْ یَمُوْتَ رَجُلٌ وَعَلَیْهِ دَیْنٌ لَا یَدَعُ لَهٗ قَضَاءً)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اپنے والد رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اُن کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اللہ تعالیٰ نے سختی سے منع فرمایا ہے (جیسے شرک اور زنا وغیرہ) سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اِس حال میں مرے کہ اُس پر قرض ہو اور اُس کی ادائیگی کا سامان چھوڑ نہ گیا ہو۔"

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَیْنِهٖ حَتّٰی یُقْضٰی عَنْهُ))

(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مومن بندہ کی روح اُس کے قرضہ کی وجہ سے بیچ میں معلق اور رکی رہتی ہے جب تک وہ قرضہ ادا نہ کر دیا جائے جو اُس پر ہے۔"

تشریح: یہ حدیثِ مبارکہ خبردار کر رہی ہے کہ اگر کوئی بندہ ایسی حالت میں دنیا سے گیا جس کو ایمان بھی نصیب ہے اور اعمال صالحہ بھی اُس کے اعمال میں ہیں جو نجات اور جنت کا وسیلہ بنتے ہیں، لیکن اُس پر کسی کا قرضہ ہے جس کو وہ ادا کر کے نہیں گیا اور اِس معاملہ میں اُس نے غفلت اور کوتاہی کی تو جب تک اُس کی طرف سے قرضہ ادا نہ

PDF Compressor Free Version

ہو جائے وہ راحت و رحمت کی اُس منزل اور مقام تک نہ پہنچ سکے گا جس کا مومنین صالحین کے لیے وعدہ کیا گیا ہے۔

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنَ)) (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شہید ہونے والے مردِ مومن کے سارے گناہ (اللہ کی راہ میں جان کی قربانی دینے کی وجہ سے) بخش دیے جاتے ہیں سوائے قرض کے۔“

✪ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ ؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا مُّقْبِلًا غَيْرَ مُدْبِرٍ اَيُكَفِّرُ اللّٰهُ عَنِّيْ خَطَايَایَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((نَعَمْ)) فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ نَادَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوْ اَمَرَ بِهٖ فَنُوْدِيَ لَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كَيْفَ قُلْتَ)) فَاَعَادَ عَلَيْهِ قَوْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((نَعَمْ اِلَّا الدَّيْنَ كَذٰلِكَ قَالَ لِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)) (رواہ النسائی)

حضرت ابوقتادہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے کہ اگر میں اللہ کے راستہ میں صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ اور اللہ کی رضا اور ثواب اور آخرت کی طلب ہی میں جہاد کروں اور مجھے اِس حالت میں شہید کر دیا جائے کہ میں پیچھے نہ ہٹ رہا ہوں بلکہ پیش قدمی کر رہا ہوں تو کیا میری اِس شہادت اور قربانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے سارے گناہ معاف فرما دے گا؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا ”ہاں“ (اللہ تمہارے

سارے گناہ معاف فرما دے گا)۔ پھر جب وہ آدمی (یہ جواب پا کر) لوٹنے لگا تو آپ ﷺ نے اُسے پکارا یا حکم دیا اور اُسے پکارا گیا اور آپ ﷺ نے اُس سے پوچھا: ”تم نے کیا کہا تھا؟“ اُس نے اپنی بات دہرائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں (تمہارے سب گناہ معاف ہو جائیں گے) سوائے قرض کے یہ بات اللہ کے فرشتہ جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھے اسی طرح بتائی ہے۔“

تشریح: اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونا ایسا مقبول عمل ہے کہ وہ آدمی کے سارے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور اُس کی برکت سے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ البتہ اگر اُس پر کسی بندہ کا قرضہ تھا تو اُس کے حساب میں وہ گرفتارِ بلا رہے گا کیونکہ معاملہ حقوق العباد میں سے ہے۔ اُس سے نجات اور رہائی کی صورت یہی ہے کہ وہ قرضہ ادا کیا جائے یا جس کا قرضہ ہے وہ اللہ کی رضا کی خاطر قرضہ معاف کر دے۔

✪ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ ؓ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ اِذْ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا فَقَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قَالُوْا لَا قَالَ ((فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟)) قَالُوْا لَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ اُخْرٰى فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ: ((هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قِيْلَ نَعَمْ قَالَ: ((فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟)) قَالُوْا ثَلٰثَةَ دَنَانِيْرَ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ ((هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟)) قَالُوْا لَا قَالَ ((فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟)) قَالُوْا ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ. قَالَ: ((صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ)) قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ عَلَيَّ دَيْنُهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ (رواہ البخاری)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک میت کا جنازہ لایا گیا اور عرض کیا گیا کہ حضرت اِس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: "کیا اُس پر کچھ قرض ہے؟" لوگوں نے عرض کیا کہ کچھ قرض نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: "کیا اُس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے؟" لوگوں نے عرض کیا کہ کچھ نہیں چھوڑا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس جنازہ کی نماز پڑھا دی۔ پھر ایک دوسرا جنازہ لایا گیا اور عرض کیا گیا کہ حضرت اِس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیجئے! اُس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: "اُس پر کچھ قرض ہے؟" عرض کیا گیا کہ ہاں اُس پر قرض ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: "کیا اُس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے (جس سے قرض ادا ہو جائے)؟" لوگوں نے عرض کیا کہ اُس نے تین دینار چھوڑے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا اور عرض کیا گیا کہ حضرت اِس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیجئے! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: "اُس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے؟" لوگوں نے عرض کیا کہ کچھ نہیں چھوڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: "کیا اُس پر کچھ قرض ہے؟" لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں اُس پر تین دینار کا قرض ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرینِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "اپنے اِس ساتھی کی نمازِ جنازہ تم لوگ پڑھ لو"۔ اِس پر ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اِس کی نماز پڑھا دیں اور اِس پر جو قرض ہے وہ میں نے اپنے ذمہ لے لیا (یعنی میں ادا کروں گا) تو اِس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس جنازہ کی بھی نماز پڑھا دی۔

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طرزِ عمل بظاہر ساتھیوں کو تنبیہہ کے لیے تھا کہ وہ قرضوں کے ادا کرنے میں غفلت اور کوتاہی نہ کریں۔ ہر شخص کی یہ کوشش ہو کہ اگر اس پر کسی کا

PDF Compressor Free Version

قرض ہے تو وہ اُس سے سبکدوش ہونے کی فکر اور کوشش کرے اور دنیا سے اِس حال میں جائے کہ اُس کے ذمہ کسی کا کچھ مطالبہ نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ قرض ادا نہ کرنا اور اِس حال میں دنیا سے چلا جانا بڑا سنگین گناہ ہے اور اُس کا انجام بہت ہی خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِن ارشادات سے سبق لینے کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا سے اِس حال میں اٹھائے کہ کسی بندہ کا قرض اور کوئی حق ہمارے ذمہ نہ ہو۔ آمین!

قرض ادا کرنے کی نیت ہو تو اللہ تعالیٰ ادا کرا ہی دے گا

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: ((مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَاءَ هَا اَدَّی اللّٰهُ عَنْهُ وَ مَنْ اَخَذَ یُرِیْدُ اِتْلَا فَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی لوگوں سے (قرض کے طور پر) مال لے اور اُس کی نیت اور ارادہ ادا کرنے کا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس سے ادا کرا دے گا (یعنی ادائیگی میں اُس کی مدد فرمائے گا اور اگر زندگی میں وہ ادا نہ کر سکا تو آخرت میں اُس کی طرف سے ادا فرما کر اُسے سبکدوش فرما دے گا)! اور جو کوئی کسی سے (قرض کے طور پر) مال لے اور اور اُس کا ارادہ ہی مال مار لینے کا ہو، تو اللہ تعالیٰ اُس کو تلف اور تباہ ہی کرا دے گا (یعنی دنیا میں وہ مال اُس بدنیت آدمی کو فائدہ نہ دے گا اور آخرت میں بھی اُس کے لیے وبالِ عظیم ہو گا)۔

✪ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُذَیْفَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ مَیْمُوْنَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ وَقَدْ سَمِعْتُ خَلِیْلِیْ وَصَفِیِّیْ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَقُوْلُ: ((مَا مِنْ اَحَدٍ یَدَّانُ دَیْنًا فَعَلِمَ اللّٰهُ اَنَّهٗ یُرِیْدُ قَضَائَهٗ اِلَّا اَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْهُ فِی الدُّنْیَا))

(رواہ النسائی)

حضرت عمران بن حذیفہ رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے

PDF Compressor Free Version

ہیں کہ اُنھوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے ساتھی اور حبیب ﷺ سے خود سنا ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے: "جو کوئی بندہ قرض لے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ اُس کی نیت اور ارادہ ادا کرنے کا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کا وہ قرض دنیا ہی میں ادا کرا دے گا۔"

قرض کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ عمل

✪ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ لِي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ دَيْنٌ فَقَضَى لِي وَزَادَنِي (رواہ ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا نبی اکرم ﷺ پر کچھ قرض تھا تو آپ ﷺ نے جب وہ ادا فرمایا تو (میری واجبی رقم سے) زیادہ عطا فرمایا۔

تشریح: قرض دار کا ادائیگی کے وقت اپنی طرف سے کچھ زیادہ ادا کرنا جائز بلکہ مستحب اور سنت ہے۔ چونکہ یہ کسی شرط اور معاہدہ کی بناء پر نہیں ہوتا اس لیے یہ "ربا" (سود) نہیں بلکہ تبرع اور احسان ہے۔ یہ اُن سنتوں میں سے ہے جن کو رواج دینے کی ضرورت ہے۔

✪ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا تَقَاضَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَغْلَظَ لَهُ فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا وَاشْتَرُوا لَهُ بَعِيرًا فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ قَالُوا لَا نَجِدُ إِلَّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ قَالَ اشْتَرُوهُ فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ فَإِنَّ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور سخت کلامی کی تو آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُس کے ساتھ سختی سے پیش آنے کا ارادہ کیا۔ اس پر

آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا: "اِس کو چھوڑ دو کچھ نہ کہو، کیونکہ صاحب حق کو کہنے کا حق ہے اور اُس کا قرض ادا کرنے کے واسطے ایک اونٹ خرید لاؤ اور اُسے دے دو!" اُنھوں نے واپس آ کر کہا (اِس شخص کا اونٹ جس معیار کا تھا اُس طرح کا اونٹ نہیں مل رہا ہے) صرف ایسا اونٹ ملتا ہے جو اِس کے اونٹ سے زیادہ عمر کا اور زیادہ بڑھیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہی خرید لاؤ اور اُسے وہی دے دو، کیونکہ وہ آدمی زیادہ اچھا ہے جو بہتر اور برتر ادا کرے۔

تشریح: دورِ نبوی ﷺ میں یہ عام رواج تھا کہ ایک آدمی اپنی ضرورت کے لیے دوسرے آدمی سے اونٹ قرض لے لیتا اور بعد میں اُس عمر اور اُس معیار کا دوسرا اونٹ اُس کے بدلے میں مقررہ مدت تک لوٹا دیتا۔ نبی اکرم ﷺ نے اِس رواج کے مطابق ایک شخص سے اونٹ قرض لیا تھا۔ غالباً مقررہ وقت آ جانے پر وہ تقاضا کرنے آیا اور اُس نے ادب و تمیز کے بجائے سخت رویہ اختیار کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اُس کا یہ رویہ ناگوار محسوس ہوا۔ آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ اِسے کچھ نہ کہو۔ اِس کا ہم پر حق ہے اور صاحبِ حق کو سختی کرنے کا حق ہے۔ ایسا کرو کہ جس عمر اور جس معیار کا اِس شخص کا اونٹ تھا ویسا ہی خرید کر لاؤ اور اِس کے حوالے کر دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ویسا اونٹ تلاش کیا، لیکن مل نہ سکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِس کے اونٹ سے بڑا اور بہتر لے آؤ اور وہی اِسے دے دو۔ ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ جو آدمی زیادہ بہتر اور برتر ادا کرتا ہے وہی زیادہ اچھا ہے۔

مقروض کو مہلت دینے کا اجر و ثواب

✪ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْهُ)) (رواہ مسلم)

PDF Compressor Free Version

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ بے شک میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن کی تکلیفوں اور پریشانیوں سے نجات عطا فرمادے اُسے چاہیے کہ تنگدست مقروض کو مہلت دے یا اُسے دیا گیا قرض معاف کردے۔"

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ لَهٗ اَظَلَّهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: "جو بندہ کسی تنگدست مقروض کو مہلت دے یا اُسے دیا گیا قرض معاف کردے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا جبکہ اُس دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔"

✪ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((مَنْ كَانَ لَهٗ عَلٰی رَجُلٍ حَقٌّ فَمَنْ اَخَّرَهٗ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ یَوْمٍ صَدَقَةٌ)) (رواہ احمد)

حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس آدمی کا کسی دوسرے بھائی پر کوئی حق (قرضہ وغیرہ) واجب الادا ہو اور وہ اُس مقروض کو ادا کرنے کے لیے مہلت دے دے تو اُس کو ہر دن کے عوض صدقہ کا ثواب ملے گا۔"

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طرف تو قرض لینے والوں کو خبردار کیا کہ وہ جلد سے جلد قرض کے ادا کرنے اور اُس کے بوجھ سے سبکدوش ہونے کی فکر اور کوشش کریں۔

اگر خدانخواستہ قرض ادا کیے بغیر اِس دنیا سے چلے گئے تو آخرت میں اِس کا انجام اُن کے حق میں بہت بُرا ہوگا۔ دوسری طرف اصحابِ وسعت کو ترغیب دی کہ وہ ضرورت مند بھائیوں کو قرض دیں اور اُس کی ادائیگی کے لیے مقروض کو مہلت دیں کہ جب سہولت ہو ادا کرے۔ اگر مقروض نادار مفلس ہو تو قرض کا کل یا جُز معاف کردیں اور اس کا بڑا اجرو ثواب بیان فرمایا۔

رِبا (سود)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اعلان فرما دیا ہے کہ سودی لین دین کی حرمت کا حکم آنے کے بعد جو لوگ اِس گناہ سے باز نہ آئیں اور خداوندی قانون کی نافرمانی کرتے رہیں تو اُن کے خلاف اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ یہ وعید سودی لین دین کے سوا کسی اور جرم کے بارے میں قرآنِ مجید میں وارد نہیں ہوئی۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں یہ گناہ دوسرے سب گناہوں سے زیادہ شدید و غلیظ ہے۔ آگے درج ہونے والی حدیثوں سے معلوم ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود خوری کو دیگر کبیرہ گناہوں کے مقابلہ میں بدترین گناہ قرار دیا ہے۔

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: ((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ)) قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: ((اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سات مہلک اور تباہ کن گناہوں سے بچو۔"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کون سے سات گناہ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ کے ساتھ (اُس کی عبادت یا صفات یا افعال میں کسی کو) شریک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی آدمی کو قتل کرنا اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا، (اور اپنی جان بچانے کے لیے) جہاد میں لشکر اسلام کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جانا، اور اللہ کی پاک دامن بھولی بھالی مومن بندیوں پر زنا کی تہمت لگانا۔"

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں شدید ترین اور خبیث ترین کبیرہ گناہوں سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِن گناہوں کو "موبقات" یعنی آدمی کو اور اُس کی ایمانی روح کو ہلاک و برباد کردینے والے جرائم قرار دیا ہے۔ اِن جرائم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرک، سحر اور قتلِ ناحق کے بعد سود لینے اور کھانے کا ذکر فرمایا ہے۔ جس طرح ڈاکٹر اپنے تحقیقی علم وفن اور تجربہ کی بناء پر بعض دواؤں اور غذاؤں وغیرہ کے بارے میں انسانوں کے لیے مفید یا مضر ہونے کی خبر دیتے ہیں اِسی طرح انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے علم کی بنیاد پر بتاتے ہیں کہ کون سے عقائد، افکار اور اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت میں جنت کی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ ہیں اور کون سے عقائد، افکار اور اعمال اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور جہنم میں لے جانے کا باعث ہیں۔ دنیا میں قلب و رُوح کا سکون کن عقائد و اعمال سے ملے گا اور دنیا میں طرح طرح کی بے چینیاں اور پریشانیاں کن تصورات و بداعمالیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ڈاکٹروں کی تحقیق اور غور وفکر میں غلطی کا امکان ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں کسی غلطی کا احتمال اور کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں کیونکہ یہ اُنہیں براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی جاتی ہیں۔ عجیب معاملہ یہ ہے کہ ڈاکٹروں کی تجویز کی ہوئی دواؤں کو سب بلاچون و چرا استعمال کرتے ہیں۔ پرہیز کے بارے میں اُن کی ہدایات کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ کسی مریض کا یہ حق تسلیم نہیں کیا جاتا کہ وہ کہے کہ میں دوا تب

PDF Compressor Free Version

استعمال کروں گا جب اُس کی تاثیر کا فلسفہ مجھے سمجھا دیا جائے۔ لیکن قرآنِ مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین پر مدعیانِ عقل وایمان اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور اُس کا "فلسفہ" معلوم کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قلبی ایمان و یقین نصیب فرمائے۔ آمین!

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((اَتَیْتُ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ عَلٰی قَوْمٍ بُطُوْنُهُمْ كَالْبُیُوْتِ فِیْهَا الْحَیَّاتُ تُرٰی مِنْ خَارِجِ بُطُوْنِهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰٓؤُلَاءِ یَا جِبْرَآئِیْلُ؟ قَالَ هٰٓؤُلَاءِ اَكَلَةُ الرِّبٰوا)) (رواہ ابن ماجه)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس رات مجھے معراج ہوئی میرا گزر ایک ایسے گروہ پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی طرح ہیں اور اُن میں سانپ بھرے ہوئے ہیں جو باہر سے نظر آتے ہیں۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ (جو ایسے عذاب میں مبتلا ہیں) انہوں نے بتایا کہ یہ سود خور لوگ ہیں۔"

تشریح: معراج کی شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم غیب کی بہت سی چیزوں کا مشاہدہ کرایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت اور دوزخ کے بعض مناظر بھی دکھائے گئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "علم الیقین" کے بعد "عین الیقین" کا مقام بھی حاصل ہوجائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذاتی مشاہدہ کی بناء پر بھی لوگوں کو عذاب و ثواب سے آگاہ کرسکیں۔ اِس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوزخ کا ایک یہ منظر بھی دکھایا گیا کہ کچھ لوگوں کے پیٹ اتنے بڑے ہیں جیسے کہ اچھا خاصا گھر ہو۔ اُن میں سانپ بھرے ہوئے ہیں جو دیکھنے والوں کو باہر ہی سے نظر آتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریافت کرنے پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ سود لینے والے اور کھانے والے لوگ ہیں جو اِس لرزہ خیز عذاب میں مبتلا کیے گئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اِس مشاہدہ کو خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سنا اور اللہ

PDF Compressor Free Version

تعالیٰ جزائے خیر دے بعد کے راویانِ حدیث کو کہ اُن کی محنت و عنایت کے طفیل حدیث کی مستند کتابوں کے ذریعے یہ مشاہدہ ہم تک بھی پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا یقین نصیب فرمائے کہ دل کی آنکھوں سے یہ منظر ہمیں بھی نظر آئے۔ آمین!

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((اَلرِّبٰو سَبْعُوْنَ حُوْبًا اَیْسَرُهَا اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ))

(رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سود خوری کے ستر حصے ہیں۔ اُن میں سے ادنیٰ اور معمولی ایسا ہے جیسے کہ اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرنا۔"

تشریح: عربی محاورہ اور قرآن و حدیث کی زبان میں "سبعون" کا لفظ خاص معین عدد (۷۰) کے علاوہ کثرت اور بہتات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اِس فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدعا اور پیغام یہ ہے کہ سود خوری اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بھی بدرجہا زیادہ شدید و خبیث گناہ ہے۔ اِس سے زیادہ کسی گناہ کی خباثت اور کیا ہو سکتی ہے؟

✪ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَهٗ وَکَاتِبَهٗ وَشَاهِدَیْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ (رواہ مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی سود لینے اور کھانے والے پر اور سود دینے اور کھلانے والے پر اور سودی دستاویز لکھنے والے پر اور اُس کے گواہوں پر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (گناہ کی شرکت میں) یہ سب برابر ہیں۔

تشریح: قرآنِ مجید کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل خبیث اور موجب لعنت ظالمانہ گناہ سود لینا اور کھانا ہے۔ البتہ یہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خبردار کر رہا ہے کہ سودی کاروبار ایسا خبیث اور لعنتی کاروبار ہے کہ اُس میں کسی طرح کی

شرکت بھی لعنتِ الٰہی کا موجب ہے۔ اِس بناء پر سود دینے والا، سودی دستاویز کا کاتب اور اِس کے گواہ بھی لعنت میں حصہ دار ہیں۔ اِس لیے جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت اور اُن کے غضب سے بچنا چاہے وہ اِس کاروبار سے دور رہے۔

✪ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((اِذَا اَقْرَضَ اَحَدُکُمْ قَرْضًا فَاَهْدٰی لَهٗ اَوْ حَمَلَهٗ عَلَی الدَّابَّةِ فَلَا یَرْکَبْهَا وَلَا یَقْبَلْهُ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ جَرٰی بَیْنَهٗ وَبَیْنَهٗ قَبْلَ ذٰلِكَ))

(رواہ ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی آدمی کسی کو قرض دے تو اگر وہ مقروض و مدیون آدمی قرض دینے والے کو کوئی چیز بطورِ ہدیہ دے یا سواری کے لیے اپنا جانور پیش کرے تو چاہیے کہ وہ اُس کے ہدیہ کو قبول نہ کرے اور اُس کے جانور کو سواری میں استعمال نہ کرے، اِلاّ یہ کہ اُن دونوں کے درمیان پہلے سے اِس طرح کا تعلق اور معاملہ ہوتا رہا ہو۔"

تشریح: مقروض سے کوئی تحفہ یا سہولت لینا سود کی ایک صورت بنتی ہے۔ اِس حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام یہ ہے کہ سود کا معاملہ اتنا سنگین اور خطرناک ہے کہ اُس کے ادنیٰ شبہ سے بھی بچنا چاہیے۔ جب کسی بندہ کو آدمی قرض دے تو پوری طرح سے احتیاط کرے کہ اُس قرض کی وجہ سے ذرہ برابر بھی کوئی فائدہ حاصل نہ ہو۔

✪ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ اِنَّ اٰخِرَ مَا نَزَلَتْ اٰیَةُ الرِّبٰوا وَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قُبِضَ وَلَمْ یُفَسِّرْهَا لَنَا فَدَعُوا الرِّبٰوا وَالرِّیْبَةَ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رِبا والی آیت (یعنی سورۂ بقرہ کی جس آیت میں رِبا کی حرمت کا قطعی اعلان

PDF Compressor Free Version

فرمایا گیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی حیات کے) آخری دور میں نازل ہونے والی آیتوں میں سے ہے۔ آپ ﷺ اِس دنیا سے اٹھا لیے گئے اور آپ ﷺ نے ہمارے لیے اِس کی پوری تفسیر وتشریح نہیں فرمائی۔ لہٰذا رِبا کو بالکل چھوڑ دو اور اُس کے شبہ اور شائبہ سے بھی پرہیز کرو۔

تشریح: تمام ابوابِ شریعت میں نبی اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ اصولی ہدایات اور چند تفصیلات بتاتے تھے اور اُس سلسلہ کی تمام جزئیات نہیں بتاتے تھے۔ یہ کام امت کے مجتہدین اور فقہاء کے لیے رہ گیا کہ وہ آپ ﷺ کی دی ہوئی اصولی ہدایات کی روشنی میں جزئیات کے بارے میں فیصلہ کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ امت کے فقہاء ومجتہدین کی صف اوّل میں سے ہیں۔ وہ رِبا کے بارے میں سخت وعیدوں سے ڈرتے اور لرزتے ہوئے یہ خواہش رکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ رِبا کی وہ جزئیات بھی بیان فرماجاتے جو آپ ﷺ نے بیان نہیں فرمائیں اور جن کے بارے میں اب اجتہاد سے فیصلہ کرنا پڑے گا۔ اپنے اِس انتہائی خدا ترسانہ اور محتاط نقطۂ نظر کی بناء پر اُنہوں نے اپنے اِس ارشاد کے آخر میں فرمایا "فَدَعُوا الرِّبوا وَ الرِّيْبَةَ" یعنی اب اہلِ ایمان کے لیے راہِ عمل یہ ہے کہ وہ "رِبا" اور اُس کے شبہ اور شائبہ سے بھی اپنے کو بچائیں۔

✪ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اَلرِّبَا وَاِنْ كَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهٗ تَصِيْرُ اِلٰى قُلٍّ)) (رواہ احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہوجائے لیکن اُس کا آخری انجام قلت اور کمی ہے۔"

تشریح: اگر حدیث کے لفظ "عاقبۃ" سے اخروی انجام مراد لیا جائے تو ظاہر ہے کہ کسی صاحبِ ایمان کو اِس میں شک وشبہ نہیں ہوگا کہ جن لوگوں نے سود کے ذریعے اپنی دولت میں اضافہ کیا اور یہاں وہ لکھ پتی یا کڑور پتی ہوگئے، آخرت میں وہ بالکل مفلس

کوڑی کوڑی کے محتاج ہوں گے۔ اُن کی وہ دولت ہی اُن کے لیے وبال اور عذاب ہوگی۔ اِسی طرح اگر "عاقبۃ" کا مطلب دنیا میں سودی کمائی کا انجام لیا جائے تو یہ بھی حقیقت ہے کہ سود کے ذریعے دولت خواہ کتنی ہی بڑھ جائے لیکن آخر کار دنیا میں بھی اُس پر زوال آئے گا۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا "يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰو" یعنی سود سے کمائی ہوئی دولت کو اللہ تعالیٰ برکت سے محروم رکھتا ہے اور اِس پر دیر سویر بربادی آکر رہتی ہے۔ بکثرت ایسے واقعات مشہور ہیں کہ ایک شخص سود کے ذریعے اپنی دولت میں اضافہ کرتا رہا اور وہ اپنے وقت کا قارون بن گیا، پھر کبھی کوئی ایسا حادثہ رونما ہوا اور ایسی کوئی آفت آئی جس نے سارا حساب برابر کردیا۔ وہ لکھ پتی اور کڑور پتی دیوالیہ اور محتاج ہوکر رہ گیا۔ یہ بات بھی مشاہدہ اور تجربہ میں ہے کہ سود خور لوگ اُس حقیقی راحت اور عزت واحترام سے یکسر محروم رہتے ہیں جو دولت کا اصل مقصد اور ثمرہ ہے۔ اِس لحاظ سے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ کوئی سود خور، سودی کاروبار کے ذریعہ خواہ کتنی ہی دولت پیدا کرلے وہ دولت کے حقیقی لطف وثمرہ سے ہمیشہ محروم ہی رہتا ہے۔

✪ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا اٰكِلُ الرِّبَا فَمَنْ لَمْ يَاْكُلْ اَصَابَهٗ مِنْ غُبَارِهٖ)) (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں پر ایسا زمانہ آکر رہے گا کہ اُن میں سے کوئی نہ بچے گا مگر یہ کہ وہ سود کھانے والا ہوگا۔ پھر اگر خود سود نہ بھی کھاتا ہوگا تو اُس کا غبار ضرور اُس کے اندر پہنچے گا۔"

تشریح: اِس ارشادِ نبوی ﷺ کا مقصد اُمت کو خبردار کرنا ہے کہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب سود کی وبا عام ہوجائے گی اور اِس سے محفوظ رہنا بہت ہی دشوار ہوگا۔ لہٰذا چاہیے کہ ہر مسلمان اِس بارے میں چوکنا رہے اور خود کو اِس لعنت سے محفوظ رکھنے کی فکر

PDF Compressor Free Version

اور کوشش کرتا رہے۔ یقیناً ہمارا زمانہ بھی وہی زمانہ ہے۔ اللہ کے جو بندے سود کو لعنت سمجھتے ہیں اور بتوفیقِ الٰہی اُس سے پرہیز کرتے ہیں وہ بھی اپنی ضروریاتِ زندگی جن دکانداروں سے خریدتے ہیں اُن کے کاروبار کا رشتہ بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی نہ کسی سودی سلسلہ سے ضرور مل جاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احۡفَظۡنَا۔ آمین!

✪ عَنۡ عُبَادَةَ بۡنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: ((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالۡفِضَّةُ بِالۡفِضَّةِ وَالۡبُرُّ بِالۡبُرِّ وَالشَّعِيۡرُ بِالشَّعِيۡرِ وَالتَّمۡرُ بِالتَّمۡرِ وَالۡمِلۡحُ بِالۡمِلۡحِ مِثۡلًا بِمِثۡلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَاِذَا اخۡتَلَفَتۡ هٰذِهِ الۡاَصۡنَافُ فَبِيۡعُوۡا كَيۡفَ شِئۡتُمۡ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ))

(رواہ مسلم)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”سونے کی بیع سونے کے بدلے اور چاندی کی چاندی کے بدلے اور گیہوں کی گیہوں کے بدلے اور جو کی جو کے بدلے اور کھجوروں کی کھجوروں کے بدلے اور نمک کی نمک کے بدلے یکساں اور برابر اور دست بدست ہونی چاہیے، اور جب اجناس مختلف ہوں تو جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ لین دین دست بدست ہو۔“

✪ عَنۡ اَبِيۡ سَعِيۡدِ نِ الۡخُدۡرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: ((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالۡفِضَّةُ بِالۡفِضَّةِ وَالۡبُرُّ بِالۡبُرِّ وَالشَّعِيۡرُ بِالشَّعِيۡرِ وَالتَّمۡرُ بِالتَّمۡرِ وَالۡمِلۡحُ بِالۡمِلۡحِ مِثۡلًا بِمِثۡلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنۡ زَادَ اَوِ اسۡتَزَادَ فَقَدۡ اَرۡبٰى اَلۡاٰخِذُ وَالۡمُعۡطِيۡ فِيۡهِ سَوَاءٌ))

(رواہ مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”سونا سونے کے عوض اور چاندی چاندی کے عوض اور گیہوں گیہوں کے

عوض اور جو جو کے عوض اور کھجوریں کھجوروں کے عوض اور نمک نمک کے عوض دست بدست برابر سرابر بیچا خریدا جائے۔ جس نے زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا تو اُس نے سود کا معاملہ کیا (اور وہ سود کے گناہ کا مرتکب ہوا)۔ اِس میں لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں۔

تشریح: اِن احادیثِ مبارکہ میں ہدایت دی گئی کہ چھ چیزوں (سونا، چاندی، گیہوں، جو، کھجور، نمک) میں سے کسی جنس کا اُسی جنس سے تبادلہ کیا جائے تو یہ معاملہ اُس صورت میں جائز ہوگا جب برابر برابر اور دست بدست کیا جائے۔ اگر کمی بیشی ہوئی یا لین دین دست بدست نہ ہوا بلکہ قرض ادھار کی بات ہوئی تو جائز نہ ہوگا، بلکہ یہ ایک طرح کا سود کا معاملہ ہو جائے گا اور دونوں فریق سود میں ملوث ہونے کے مرتکب اور گنہگار ہوں گے۔ امت کے فقہاء و مجتہدین کا اِس پر قریباً اتفاق ہے کہ مذکورہ چھ چیزوں کے علاوہ بھی جو چیزیں اِس نوعیت کی ہیں اُن کا حکم بھی یہی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں اِن احادیث کی جو تشریح کی ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں زمانۂ جاہلیت سے رواج چلا آرہا تھا کہ ضرورت مند لوگ سودی کاروبار کرنے والے مہاجنوں سے قرض لیتے تھے۔ طے ہو جاتا تھا کہ وہ اتنے اضافہ کے ساتھ فلاں وقت تک یہ قرض ادا کر دیں گے۔ قرض پر اِس طرح کے اضافہ کو ”رِبا“ یعنی سود کہا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں براہِ راست اِسی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے خرید و فروخت کی بعض صورتوں کے بھی رِبا کے حکم میں داخل ہونے کا اعلان فرمایا اور اُن سے بھی بچنے کی تاکید فرمائی۔ اِن احادیث میں رِبا ہی کی ایک صورت سے بچنے کی ہدایت ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اِن احادیث میں دیے جانے والے حکم کی جو حکمت بیان فرمائی ہے اِس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تعیش اور زیادہ بلند معیار کی زندگی پسند نہیں فرماتا۔ ایسی زندگی گزارنے کی خواہش انسان کو نفس کے تزکیہ کی فکر کرنے اور

آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے کوشش کرنے سے غافل کر دیتی ہے۔ علاوہ ازیں معاشرہ میں زیادہ اونچ نیچ سے طرح طرح کے مفاسد بھی پیدا ہوں گے۔ تعیش اور اعلیٰ معیارِ زندگی ہی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ہر چیز بڑھیا سے بڑھیا اور اعلیٰ معیار کی استعمال کی جائے۔ اِس کی عملی صورت اکثر یہی ہوتی تھی کہ اگر اپنے پاس اعلیٰ درجہ کی چیز نہیں ہے بلکہ معمولی درجہ کی ہے تو وہ زیادہ مقدار میں دے کر اُن کے بدلے میں اعلیٰ معیار کی تھوڑی مقدار لے لی جائے۔ بہر حال کمی بیشی کے ساتھ ایک جنس کا اُسی جنس سے تبادلہ عموماً تعیش اور اعلیٰ معیارِ زندگی کے تقاضے سے ہی کیا جاتا تھا۔ اِس تقاضے کا سدباب اُس ممانعت کے ذریعے کیا گیا جو اِن احادیث میں بیان ہوئی ہے۔ **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَسْرَارِ اَحْكَامِهٖ** (اللہ بہتر جانتا ہے اپنے احکام کی حکمتوں کو)

✪ **عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ** رضی اللہ عنہ **قَالَ جَاءَ بِلَالٌ** رضی اللہ عنہ **اِلَى النَّبِيِّ** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم **بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: **((مِنْ اَيْنَ هٰذَا؟)) قَالَ بِلَالٌ كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِمَطْعَمِ النَّبِيِّ** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم **فَقَالَ النَّبِيُّ** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم **عِنْدَ ذَالِكَ: ((اَوَّهْ اَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ وَلٰكِنْ اِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ اٰخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهٖ))** (رواہ البخاری)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بہت اچھی قسم کی (برنی) کھجوریں لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا: ”یہ کہاں سے آئیں؟“ اُنہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس گھٹیا قسم کی کھجوریں تھیں میں نے وہ دو صاع دے کر یہ برنی ایک صاع خرید لیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تناول فرمانے کے لیے۔ اِس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”اوہو! اوہو! یہ تو عین رِبا ہوا، یہ تو عین رِبا ہوا، آئندہ ایسا کبھی نہ کرو، جب تم (کھجوروں سے) کھجوریں

خریدنی چاہو تو پہلے اپنی کھجوریں بیچ دو، پھر اُن کی قیمت سے دوسری کھجوریں خرید لو۔“

تشریح: حضرت بلال رضی اللہ عنہ یقیناً اِس سے ناواقف نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے رِبا کو حرام قرار دیا ہے۔ غالباً اُنہوں نے جس طرح کھجوریں خریدیں تھیں اُس کو اُنہوں نے رِبا نہیں سمجھا تھا۔ وہ رِبا قرض والے سود ہی کو سمجھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُنہیں بتایا کہ کمی بیشی کے ساتھ مختلف معیار کی کھجوروں کا تبادلہ بھی رِبا کے حکم میں ہے۔

✪ **عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ** رضی اللہ عنہ **اَنَّ مُعَاوِيَةَ** رضی اللہ عنہ **بَاعَ سِقَايَةً مِنْ ذَهَبٍ اَوْ وَرِقٍ بِاَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهَا فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم **يَنْهٰى عَنْ مِّثْلِ هٰذَا اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ مَا اَرٰى بِمِثْلِ هٰذَا بَاْسًا فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ مَنْ يُّعْذِرُنِيْ مِنْ مُعَاوِيَةَ اَنَا اُخْبِرُهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم **وَهُوَ يُخْبِرُنِيْ عَنْ رَّاْيِهٖ لَا اُسَاكِنُكَ بِاَرْضٍ اَنْتَ بِهَا. ثُمَّ قَدِمَ اَبُو الدَّرْدَاءِ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرَ ذَالِكَ لَهُ فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِلٰى مُعَاوِيَةَ اَنْ لَّا تَبِيْعَ ذَالِكَ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَزْنًا بِوَزْنٍ** (رواہ مالک فی المؤطا)

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ تابعی سے روایت ہے۔ اُنہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سونے یا چاندی کا ایک پیالہ (یا جگ) اُسی جنس کے اُس سے زیادہ وزن کے عوض فروخت کیا، تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِس طرح کی بیع فروخت سے منع فرماتے تھے، اِلّا یہ کہ برابر سرابر ہو، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے نزدیک تو اِس میں کوئی مضائقہ اور گناہ کی بات نہیں ہے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے (سخت رنجیدہ ہو کر) کہا کہ مجھے معاویہ کے بارے میں معذور سمجھا جائے۔ میں اُن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

PDF Compressor Free Version

PDF Compressor Free Version

کا حکم بتاتا ہوں اور وہ مجھے اپنی رائے بتاتے ہیں۔ (اِس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ) میں تمہارے ساتھ اِس سرزمین میں نہیں رہوں گا، جہاں تم ہوگے۔ اِس کے بعد حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ آئے اور آپ رضی اللہ عنہ سے اِس واقعہ کا ذکر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اِس طرح کی بیع وفروخت نہ کرو، سونا، چاندی وغیرہ کا اِسی جنس سے تبادلہ صرف اس صورت میں جائز ہے کہ دونوں طرف وزن یکساں اور برابر سرابر ہو۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قیام بھی وہیں تھا۔ اُسی زمانہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سونے یا چاندی سے بنا ہوا پانی کا ایک برتن بطور قیمت اُسی جنس سے وزن میں کچھ زیادہ لے کر فروخت کیا اور اُس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اُن سے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی بیع سے منع فرمایا ہے۔ حکم یہ ہے کہ سونے یا چاندی کی کوئی چیز اگر اُسی جنس کے عوض بیچی یا خریدی جائے تو وزن میں کمی بیشی نہ ہونی چاہیے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خیال غالباً یہ تھا کہ سونے یا چاندی سے بنی ہوئی چیز (زیور یا برتن) اگر فروخت کیا جائے تو بنوائی کی اُجرت کا لحاظ کر کے کچھ زیادہ لینا ناجائز نہ ہوگا۔ اِس بناء پر اُنہوں نے کہا کہ میرے نزدیک تو اِس میں کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات سخت ناگوار ہوئی۔ اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ سنا تھا وہ اُس کی روشنی میں اِس معاملہ میں کسی رائے یا اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں سمجھتے تھے۔ بہر حال وہ ناراض ہوکر مدینہ چلے آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے واقعہ بیان کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ شرعی حکم وہی ہے جو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے۔ لہٰذا ایسی خرید وفروخت نہ کی جائے۔

اِس روایت سے معلوم ہوا کہ رِبا (سود) کی اِس دوسری قسم (یعنی رِبائے حکمی) کے بارے میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کتنی شدت تھی اور اس بارے میں کسی کی اجتہادی غلطی بھی اُن کے لیے قابلِ برداشت نہیں تھی۔

خرید وفروخت کے متعلق احکام وہدایات

پھلوں کی فصل تیاری سے پہلے نہ بیچی، خریدی جائے

✪ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ

(رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا پھلوں کی بیع سے اُس وقت تک کہ اُن میں پختگی آ جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے والے کو بھی منع فرمایا اور خریدنے والے کو بھی۔

✪ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَهٰى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يَزْهُوَ وَعَنِ السُّنْبُلِ حَتّٰى يَبْيَضَّ وَيَأْمَنَ الْعَاهَةَ نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کھجوروں کی فصل کی بیع سے جب تک اُن پر سرخی نہ آ جائے اور کھیت کی بالوں کی بیع سے جب تک اُن پر سفیدی نہ آ جائے اور تباہی کا خطرہ نہ رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے والے کو بھی منع فرمایا اور خریدنے والے کو بھی۔

✪ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ، فَقِيلَ لَهٗ وَمَا تُزْهِيْ؟ قَالَ: ((حَتّٰى تَحْمَرَّ)) فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ

ﷺ: ((اَرَاَ یْتَ اِذَا مَنَعَ اللهُ الثَّمَرَةَ بِمَا یَاْخُذُ اَحَدُکُمْ مَالَ اَخِیْهِ)) (رواہ البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا تا آنکہ اُن پر رونق آ جائے، پھر جب عرض کیا گیا کہ رونق آ جانے سے کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ سرخی آ جائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ پھل عطا نہ فرمائے (یعنی بحکم خداوندی کسی آفت سے پھل تیار ہونے سے پہلے ضائع ہوجائیں) تو بیچنے والا کس چیز کے عوض میں (خریدنے والے) اپنے بھائی سے مال وصول کرے گا۔“

تشریح: جس طرح ہمارے ہاں آم کے باغوں کی فصل آم تیار ہونے سے پہلے بھی فروخت کردی جاتی ہے، اِسی طرح عرب کے پیداواری علاقوں میں کھجور یا انگور کے پھل اور کھیتوں میں پیدا ہونے والا غلہ پکنے سے پہلے فروخت کردیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس کی ممانعت فرمائی۔ اِس میں خطرہ اور امکان ہے کہ فصل پر کوئی آفت آ جائے۔ مثلاً تیز آندھیاں یا آسمان سے گرنے والے اولے غلہ کو یا پھلوں کو ضائع کردیں یا اُن میں کوئی خرابی اور بیماری پیدا ہوجائے۔ اب خریدنے والے کو بہت نقصان پہنچ جائے گا یا قیمت کی ادائیگی کے بارے میں فریقین میں نزاع اور جھگڑا پیدا ہو جائے گا۔ غالباً اِن مفاسد اور خطرات کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اِس طرح کی بیع کی ممانعت فرمائی۔

چند سالوں کے لیے باغوں کی فصل کا ٹھیکہ نہ دیا جائے

✪ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَی النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَیْعِ السِّنِیْنَ وَ اَمَرَ بِوَضْعِ الْجَوَائِحِ (رواہ مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا (باغ

کو) چند سالوں کے واسطے فروخت کرنے سے اور آپ ﷺ نے حکم دیا ناگہانی آفات (کے نقصان) کا لحاظ رکھنے کا۔

تشریح: باغ کی فصل کئی سال کے لیے فروخت کرنے سے منع کرنے کی حکمت یہ محسوس ہوتی ہے کہ معلوم نہیں پھل آئے گا بھی یا نہیں، اور باقی رہے گا یا خدانخواستہ کسی ناگہانی حادثہ کا شکار ہوجائے گا۔ ایسی صورت میں بیچارے خریدار کو نقصان پہنچے گا۔ ممکن ہے کہ قیمت ادا کرنے کے حوالے سے نزاع اور جھگڑا پیدا ہو جو سو خرابیوں کی جڑ بنے گا۔ دوسرا حکم اِس حدیثِ مبارکہ میں یہ دیا گیا کہ اگر باغ کی فصل فروخت کی گئی اور پھلوں پر کوئی آفت آ گئی تو باغ کے مالک کو چاہیے کہ نقصان کا لحاظ کر کے قیمت میں کمی اور تخفیف کردے۔ اِن سب احکام کا مقصد اہلِ معاملہ کی خیر خواہی، اُنہیں باہمی اختلاف و نزاع سے بچانا اور ایک دوسرے کے لیے ہمدردی، غم خواری، ایثار اور قربانی کا عادی بنانا ہے۔

جو چیز فی الحال اپنے پاس نہ ہو اُس کی بیع نہ کی جائے

✪ عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَانِیْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ اَبِیْعَ مَا لَیْسَ عِنْدِیْ (رواہ الترمذی)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اِس سے منع فرمایا کہ جو چیز میرے پاس موجود نہیں ہے میں اس کی بیع و فروخت کا کسی سے معاملہ کروں۔

تشریح: کاروباری معاملات میں یہ ہوتا رہا ہے کہ تاجر کے پاس ایک چیز موجود نہیں ہے، لیکن اُس کے طالب خریدار سے وہ اُس کا سودا اِس امید پر کرلیتا ہے کہ میں کہیں سے خرید کر اُس کو دے دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس طرح کی بیع سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اِس کا امکان ہے کہ وہ چیز فراہم نہ ہوسکے یا فراہم ہوجائے مگر خریدار اُس کو پسند نہ کرے۔ اِس صورت میں فریقین میں نزاع اور جھگڑا ہوسکتا ہے۔

PDF Compressor Free Version

اگر غلہ خریدا جائے تو اٹھا لینے سے پہلے اُس کو فروخت نہ کیا جائے

✪ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: ((مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهٗ)) (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص غلہ (وغیرہ) خریدے تو جب تک اُسے اپنے قبضہ میں نہ لے لے اُس وقت تک کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت نہ کرے۔“

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں اگرچہ صرف طعام (یعنی غلہ) کا ذکر ہے، لیکن تمام اموالِ منقولہ کا یہی حکم ہے۔ اِس حکم کا مقصد بظاہر یہی ہے کہ خریدار کے علم میں ہو کہ وہ جو شے خرید رہا ہے وہ کس معیار کی ہے تاکہ بعد میں کوئی جھگڑے کی صورت پیدا نہ ہو۔

سخت ضرورت مند سے خرید وفروخت کی ممانعت

✪ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَدْ نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ (رواہ ابوداؤد)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ”مضطر“ کی خرید وفروخت سے اور ایسی چیز کی بیع سے جس کا ملنا یقینی نہ ہو۔“

تشریح: بعض اوقات آدمی فقروفاقہ یا کسی حادثہ یا کسی ناگہانی پریشانی کی وجہ سے اپنی کوئی چیز بیچنے کے لیے یا کوئی چیز خریدنے کے لیے سخت مجبور یعنی ”مضطر“ ہوتا ہے۔ ایسے میں کوئی بے درد تاجر اُس شخص کی اضطراری حالت سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اب وہ جو بھی اُس مجبور شخص کے ساتھ لین دین کرے گا اُسے ”بیع مضطر“ کہا جاتا ہے۔ اِس حدیثِ مبارکہ میں اِس طرح کی بیع کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ کسی مجبور آدمی سے خرید وفروخت کا تاجرانہ معاملہ نہ کیا جائے، بلکہ اُس بھائی کی مدد

PDF Compressor Free Version

اور اعانت کی جائے۔ دوسری چیز جس کی حدیث میں ممانعت فرمائی گئی ہے وہ ”بیع غرر“ ہے۔ اِس سے مراد ایسی چیز کی بیع ہے جس کا ملنا یقینی نہ ہو جیسے کہ کوئی جنگل کے ہرن، یا کسی پرندے یا دریا کی مچھلی کی اِس امید پر بیع کرے کہ شکار کر کے فراہم کر دوں گا۔ اِس بیع کی ممانعت اِس لیے ہے کہ بیچنے والے کے پاس بیچی جانے والی چیز موجود ہی نہیں اور نہ اُس کا ملنا یقینی ہے اور مل بھی جائے تو نوعیت کے بارے میں نزع واختلاف کا خطرہ ہے۔

مال کا عیب چھپا کر فروخت نہ کرو

✪ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِيهَا فَنَالَتْ اَصَابِعُهٗ بَلَلًا فَقَالَ: ((مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟)) قَالَ اَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ اَفَلَا جَعَلْتَهٗ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ اُس ڈھیر کے اندر داخل کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں نے گیلا پن محسوس کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلہ فروش سے دریافت فرمایا: ”غلہ کے ڈھیر میں یہ تری کیسی ہے؟“ اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! غلہ پر بارش کی بوندیں پڑ گئی تھیں (تو میں نے اوپر کا بھیگ جانے والا غلہ نیچے کر دیا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اُس بھیگے ہوئے غلے کو تم نے ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں رہنے دیا تاکہ خریدنے والے لوگ اُس کو دیکھ سکتے۔ (سن لو) جو آدمی دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

✪ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یَقُوْلُ ((مَنْ بَاعَ عَیْبًا وَلَمْ یُنَبِّهْ یَزَلْ فِیْ مَقْتِ اللّٰهِ وَلَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِکَةُ تَلْعَنُهٗ)) (رواہ ابن ماجه)

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خود سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرما رہے تھے: "جس شخص نے کوئی عیب والی چیز کسی کے ہاتھ فروخت کی، اور خریدار کو وہ عیب بتا نہیں دیا تو اُس پر ہمیشہ خدا کا غضب رہے گا اور اللہ کے فرشتے ہمیشہ اُس پر لعنت کرتے رہیں گے۔"

کسی کی ناواقفیت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: ((لَا تَلَقَّوُا الْجَلَبَ فَمَنْ تَلَقَّاهُ فَاشْتَرٰی مِنْهُ فَاِذَا اَتٰی سَیِّدُهُ السُّوْقَ فَهُوَ بِالْخِیَارِ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "غلہ وغیرہ لانے والے قافلہ سے مال خریدنے کے لیے آگے جا کے نہ ملو، جس تاجر نے آگے جا کر راستہ ہی میں سودا کیا اور خرید لیا تو مال کا مالک جب بازار پہنچے تو اُس کو اختیار ہوگا (کہ چاہے تو وہ معاملہ فسخ کردے)۔"

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہوتا تھا کہ لوگ چھوٹے چھوٹے تجارتی قافلوں کی شکل میں شہروں میں آتے تھے اور ضروریات کی چیزیں شہر کے بازاروں میں فروخت کرتے تھے۔ اِن تجارتی قافلوں کو "جَلَب" کہا جاتا تھا۔ چالاک تاجر ایسا کرتے تھے کہ بازار پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں اُن کے پاس پہنچ کر مال کا سودا کر لیتے تھے۔ اِس میں یہ امکان ہوتا تھا کہ بازار کے بھاؤ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے باہر سے مال لانے والے اپنا مال اِن تاجروں کے ہاتھ سستے داموں بیچ دیں اور نقصان اُٹھائیں۔ دوسری خرابی اِس طریقہ میں یہ تھی کہ باہر سے آنے والا مال اُن چالاک سرمایہ دار تاجروں کے ہاتھ میں چلا جاتا تھا۔ پھر وہ اُسے عام صارفین کے ہاتھ من مانے

PDF Compressor Free Version

داموں پر بیچتے تھے اور زیادہ سے زیادہ نفع کماتے تھے۔ اگر مال بازار میں آ کر بکتا تو لانے والوں کو بھی مناسب قیمت ملتی اور عام ضرورت مند بھی مناسب داموں پر خرید سکتے۔ اِس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ مال لانے والوں سے بازار پہنچنے سے پہلے راستہ میں جا کر خریداری نہ کی جائے۔ اگر اِس طرح کسی نے کوئی سودا کیا اور مال لانے والے نے بازار پہنچ کر محسوس کیا کہ بازار کے بھاؤ سے بے خبری کی وجہ سے اُسے نقصان پہنچا ہے تو اُسے معاملہ فسخ کردینے کا اختیار ہے۔

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: ((لَا یُتَلَقَّی الرُّکْبَانَ لِبَیْعٍ وَلَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا یَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذَالِكَ فَهُوَ بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ بَعْدَ اَنْ یَّحْلُبَهَا فَاِنْ رَضِیَهَا اَمْسَکَهَا وَاِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مال لانے والے قافلہ والوں سے مال خریدنے کے لیے آگے جا کے نہ ملو، اور تم میں سے کوئی اپنے دوسرے بھائی کے بیع کے معاملہ میں اپنے معاملۂ بیع سے مداخلت نہ کرے اور (کسی سودے کے نمائشی خریدار بن کر اُس کی) قیمت بڑھانے کا کام نہ کرو، اور شہری تاجر دیہاتیوں کا مال اپنے پاس رکھ کر بیچنے کا کام نہ کریں۔ اور (بیچنے کے لیے) اونٹنی یا بکری کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرو۔ اگر کسی نے ایسی اونٹنی یا بکری خریدی تو اُس کا دودھ دوہنے کے بعد اُس کو اختیار ہے اگر پسند ہو تو اپنے پاس رکھے اور اگر ناپسند ہو تو واپس کردے اور (جانور کے مالک کو) ایک صاع (قریباً ۴ سیر) کھجوریں بھی دے دے۔"

PDF Compressor Free Version

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں تجارت اور خرید و فروخت سے متعلق پانچ ہدایات دی گئی ہیں۔ پہلی ہدایت وہی ہے جو اوپر والی حدیث میں بیان ہوئی کہ باہر سے مال لانے والے تجارتی قافلوں سے بازار اور منڈی میں اُن کے پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں جا کر مال نہ خریدا جائے۔ جب وہ بازار میں مال لے آئیں تو اُن سے خرید و فروخت کا معاملہ کیا جائے۔

دوسری ہدایت یہ ہے کہ جب دو افراد کے درمیان سودے کے لیے بات چل رہی ہو تو درمیان میں خود خریدنے یا بیچنے کے لیے مداخلت نہ کرو۔ ظاہر ہے کہ اس سے باہم عداوت پیدا ہوگی جو شر و فساد کی جڑ ہے۔

تیسری ہدایت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دکان دار سے کوئی چیز خریدنے کی بات چیت کر رہا ہے تو صرف نمائشی خریدار بن کر زیادہ قیمت نہ لگاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ اِس سے ضرورت مند خریدار ہے زیادہ قیمت دینے پر مجبور ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ بیچارے خریدار کے ساتھ ایک طرح کا فریب کا معاملہ ہے۔

چوتھی ہدایت یہ ہے کہ شہر کے تاجر دیہات سے لانے والوں کا مال اپنے پاس اِس غرض سے نہ رکھیں کہ جب دام زیادہ ہوں گے تو اُس وقت فروخت کریں گے۔ دیہات کے لوگ جب مال لائیں تو اُسے اُسی وقت فروخت ہو جانا چاہیے۔ اِس صورت میں اشیاء کی قلت نہیں ہوگی۔ عوام کے لیے قیمتیں نہیں چڑھیں گی۔ دیہات سے مال لانے والوں کو ہاتھ کے ہاتھ اپنے مال کی قیمت مل جائے گی تو وہ جلد ہی وہ بازار میں دوسرا مال لاسکیں گے۔ اِس طرح اُن کی تجارت بڑھ جائے گی اور نفع بھی بڑھے گا۔

پانچویں ہدایت یہ ہے کہ اگر کسی کو اپنا دودھ دینے والا جانور فروخت کرنا ہو تو ایسا نہ کرے کہ ایک دو وقت پہلے سے اُس کا دودھ دوہنا چھوڑ دے تاکہ خریدار اُس کے بھرے ہوئے تھن دیکھ کر سمجھے کہ جانور بہت دودھ دینے والا ہے اور زیادہ قیمت میں خرید لے۔ یہ ایک طرح کا دھوکہ ہے۔ اگر کسی نے ایسا جانور خریدا تو اُس کو اختیار ہے کہ

اپنے گھر میں دودھ دوہنے کے بعد جانور کو ناپسند کر کے واپس کر دے یا پسند کر کے اپنے پاس رکھ لے۔ واپس کرنے کی صورت میں ایک صاع (قریباً ۴ سیر) کھجوریں بھی جانور کے مالک کو پیش کر دے۔ دیگر احادیث کی روشنی میں جانور خریدنے والے کو صرف تین دن تک واپسی کا اختیار رہے گا۔ اِسی طرح ایک صاع کھجوروں کی جگہ گیہوں یا جو یا کوئی اور غلہ دینا بھی صحیح ہوگا۔ جانور کی واپسی کی صورت میں اُس کے مالک کو ایک صاع کھجور یا کچھ اور پیش کرنے کی حکمت بظاہر یہ ہے کہ خریدنے والے نے ایک یا دو یا تین دن جانور کو اپنے پاس رکھ کر اُس سے جو استفادہ کیا، اُس کا بدل مالک کو جانور واپس کرتے ہوئے پیش کر دیا جائے۔ اِس سے اُس دل شکنی کا بھی مداوا ہو جائے گا جس کا جانور کی واپسی کی وجہ سے مالک کو سامنا کرنا پڑا۔ یوں واپسی کے معاملہ کی ناخوش گواری کو ختم کرنے یا کم کرنے کی صورت پیدا ہوگی۔

نیلام کے طریقہ پر خرید و فروخت

✪ عَنۡ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بَاعَ حِلۡسًا وَّ قَدَحًا وَقَالَ: ((مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ ھٰذَا الۡحِلۡسَ وَالۡقَدَحَ)) فَقَالَ رَجُلٌ اَخَذۡتُھُمَا بِدِرۡھَمٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: ((مَنۡ یَّزِیۡدُ عَلٰی دِرۡھَمٍ مَنۡ یَّزِیۡدُ عَلٰی دِرۡھَمٍ)) فَاَعۡطَاہُ رَجُلٌ دِرۡھَمَیۡنِ فَبَاعَ ھُمَا مِنۡہُ

(رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (بچھانے کا ایک) ٹاٹ اور ایک پیالہ اِس طرح فروخت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (مجلس کے حاضرین کو مخاطب کر کے) فرمایا: ”یہ ٹاٹ اور پیالہ کون خریدنا چاہتا ہے؟“ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں یہ دونوں چیزیں ایک درہم میں لے سکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”کون ایک درہم سے زیادہ دینے کو تیار ہے؟ کون ایک درہم سے زیادہ دینے کو تیار ہے؟“ تو ایک دوسرے

PDF Compressor Free Version

صاحب نے آپ کو دو درہم پیش کیے تو آپ ﷺ نے وہ دونوں چیزیں اُن کے ہاتھ بیچ دیں۔

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نیلام کے طریقہ پر خرید وفروخت جائز ہے اور خود نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا ہے۔ نیلام کے جس واقعہ کا ذکر اِس حدیث میں ہے، اُس کی تفصیل سنن ابی داؤد اور سنن ابنِ ماجہ کی روایات میں ہے۔ ایک مفلس اور مفلوک الحال صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے امداد و اعانت کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے، یہ دیکھ کر کہ وہ محنت کر کے کمانے کے قابل ہیں، اُن سے پوچھا کہ تمہارے گھر میں کچھ سامان ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ بس ایک ٹاٹ ہے جس کا کچھ حصہ ہم بچھا لیتے ہیں اور کچھ حصہ اوڑھ لیتے ہیں۔ اِس کے علاوہ ایک پیالہ ہے جس سے پانی پیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں لے آؤ اور وہ لے آئے۔ آپ ﷺ نے حاضرین سے پوچھا کہ کون اِن کا خریدار ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ میں ایک درہم میں دونوں چیزیں لے سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے ۲۔ ۳ دفعہ پوچھا کوئی اِس سے زیادہ قیمت میں خریدنے والا ہے؟ ایک صاحب نے دو درہم نکال کر آپ ﷺ کو پیش کر دیے۔ آپ ﷺ نے دونوں چیزیں اُن کو دے دیں اور ملنے والے دو درہم مفلس صحابی کو دیے۔ فرمایا ایک درہم کا کھانے پینے کا کچھ سامان خرید کے اپنے گھر والوں کو دے دو اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے کلہاڑی میں لکڑی کا دستہ فٹ کیا اور اُن سے کہا یہ کلہاڑی لے کر جنگل نکل جاؤ، لکڑیاں لاؤ اور بیچو۔ آپ ﷺ نے اُن کو یہ بھی تاکید فرمائی کہ اب ۱۵ دن تک زیادہ سے زیادہ وقت محنت اور کمائی ہی میں صرف کرو اور اُس کے بعد میرے پاس آنا۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ اُن کے پاس دس درہم جمع ہو گئے۔ اُس سے اُنہوں نے گھر والوں کے لیے غذائی سامان اور کچھ کپڑا وغیرہ خریدا۔ اِس کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ

نے اُن سے فرمایا کہ محنت کر کے گزارا کرنا تمہارے لیے اِس سے بہتر ہے کہ سائل بن کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاؤ اور قیامت میں تمہارے چہرے پر اِس کا داغ اور نشان ہو۔

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

✪ عَنْ مَعْمَرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ)) (رواہ مسلم)

حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو تاجر ذخیرہ اندوزی کرے (یعنی ضروریات زندگی کا ذخیرہ عوام کی ضرورت کے باوجود مہنگائی کے لیے محفوظ رکھے) وہ خطا کار گنہگار ہے۔“

✪ عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ)) (رواہ ابن ماجہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ضروریاتِ زندگی باہر سے لا کر بازار میں بیچنے والے تاجر کے رزق کا کفیل اللہ ہے اور (مہنگائی کے لیے) ذخیرہ اندوزی کرنے والا اللہ کی طرف سے پھٹکارا ہوا اور اُس کی رحمت و برکت سے محروم ہے۔“

تشریح: بعض تاجر ضروریاتِ زندگی کی ذخیرہ اندوزی کر کے مصنوعی قلت پیدا کر دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں مہنگائی بڑھ جاتی ہے اور عام صارفین پر بوجھ پڑتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تاجروں کے اِس عمل کو گناہ قرار دیا اور اِس سے سختی سے منع فرمایا۔ ایسا کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے پھٹکار اور رحمت و برکت سے محرومی کی وعید سنائی۔ اِس کے برعکس جو تاجر دور دراز سے ضروریاتِ زندگی لا کر عوام الناس کو فراہم کرنے کی مشقت اٹھاتا ہے اُسے اللہ کی طرف سے رزق عطا کرنے کی بشارت دی۔ آپ ﷺ

PDF Compressor Free Version

کی طرف سے دیے گئے احکامات کا مقصد یہ ہے کہ عوام اور خاص طور پر کم آمدنی والوں کو زندگی گزارنا دشوار نہ ہو۔ تجارت پیشہ اور دولت مند طبقہ زیادہ نفع اندوزی اور اپنی دولت میں اضافہ کے بجائے عوام کی سہولت کو پیشِ نظر رکھے۔ اِس مقصد کے لیے کم نفع پر قناعت کر کے اللہ کی رضا و رحمت اور آخرت کا اجر حاصل کرے۔ اگر ایمان و یقین نصیب ہو تو بلاشبہ اِس سے زیادہ نفع بخش تجارت اور کوئی نہیں۔

قیمتوں پر کنٹرول کا مسئلہ

✪ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ غَلَا السِّعْرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ سَعِّرْ لَنَا فَقَالَ: ((اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَاِنِّيْ لَاَرْجُو اَنْ اَلْقٰى رَبِّيْ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ يَطْلُبُنِيْ بِمَظْلِمَةٍ فِيْ دَمٍ وَّلَا مَالٍ)) (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں (ایک دفعہ) مہنگائی بڑھ گئی، تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نرخ مقرر فرما دیں (اور تاجروں کو اِس کا پابند کر دیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نرخ کم و بیش کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی تنگی یا فراخی کرنے والا ہے، وہی سب کا روزی رساں ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اِس حال میں ملوں کہ کوئی مجھ سے جان و مال کے ظلم اور حق تلفی کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔"

تشریح: ضروریاتِ زندگی کے حوالے سے مہنگائی کبھی قدرتی اسباب مثلاً قحط اور پیداوار کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی تاجروں کی طرف سے پیدا کی گئی مصنوعی قلت کی وجہ سے۔ اِس حدیثِ مبارکہ میں محسوس ہوتا ہے کہ اُس مہنگائی کا ذکر ہے جو قدرتی اسباب کی پیدا کی ہوئی تھی۔ اُس میں تاجروں کی نفع اندوزی کا دخل نہیں تھا۔ اِس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمتوں پر پابندی لگانے کو مناسب نہیں سمجھا۔ اندیشہ ظاہر فرمایا کہ کہیں

اِس طرح کے اقدام سے تاجروں پر زیادتی اور اُن کی حق تلفی نہ ہو جائے۔

البتہ اگر حاکمِ وقت یقین کے ساتھ محسوس کرے کہ تاجروں کی طرف سے عام صارفوں پر زیادتی ہو رہی ہے اور افہام و تفہیم اور نصیحت سے تاجر اپنے رویہ کی اصلاح نہیں کرتے تو وہ قیمتیں مقرر کر کے اُن کی پابندی کرا سکتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے بازار میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ خشک انگور یعنی منقیٰ ایسے نرخ پر فروخت کر رہے ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نامناسب حد تک گراں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا: اِمَّا اَنْ تَزِيْدَ فِي السِّعْرِ وَاِمَّا اَنْ تُرْفَعَ مِنْ سُوْقِنَا (یا تو تم قیمت مناسب حد تک کم کرو اور یا پھر اپنا مال ہمارے بازار سے اٹھا لو)۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اِس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ تاجروں کو ظالمانہ نفع اندوزی کی چھوٹ دینا تو فساد فی الارض اور اللہ کی مخلوق پر تباہی لانا ہے۔

خرید و فروخت کا معاملہ فسخ کرنے کا اختیار

✪ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: ((اَلْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلٰى صَاحِبِهٖ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ)) (رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "معاملہ بیع کے دونوں فریقوں کو (فسخ کرنے کا) اختیار ہے جب تک کہ وہ جدا نہ ہوں، سوائے خیارِ شرط والی بیع کے۔"

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: ((اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ صَفْقَةَ خِيَارٍ

PDF Compressor Free Version

وَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يُفَارِقَ صَاحِبَهٗ خَشْيَةَ اَنْ يَّسْتَقِيلَهٗ))

(رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خریدار اور فروخت کرنے والے دونوں فریقوں کو اُس وقت تک اختیار ہے جب تک باہم جدا نہ ہوں (اِس کے بعد اختیار نہیں) سوائے اِس صورت کے کہ (شرط لگا کے) اختیار طے کرلیا گیا ہو۔ کسی فریق کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے کی طرف سے فسخ کے اندیشہ کی وجہ سے معاملہ سے جدا ہو۔"

تشریح: خرید وفروخت کے معاملہ میں اگر دونوں فریق (بیچنے والا اور خریدار) یا دونوں میں سے کوئی ایک یہ شرط طے کرلے کہ ایک دن یا دو تین دن تک مجھے اختیار ہوگا کہ میں چاہوں تو اِس معاملہ کو فسخ کردوں، تو یہ شرعاً جائز ہے اور شرط عائد کرنے والے فریق کو فسخ کردینے کا اختیار ہوگا۔ فقہ کی اصطلاح میں اِسے "خیارِ شرط" کہا جاتا ہے۔ اِن احادیثِ مبارکہ میں رہنمائی دی گئی کہ اگر کسی فریق کی طرف سے بھی فسخ کرنے کے اختیار کی شرط نہیں لگائی گئی ہے تو معاملہ فسخ کرنے کا اختیار صرف اُس وقت تک ہے جب تک دونوں فریق جدا نہ ہوں۔ اگر کوئی ایک فریق بھی اُس جگہ سے ہٹ جائے اور علیحدہ ہوجائے تو یہ اختیار ختم ہوجائے گا۔ البتہ بعض فقہاء کے نزدیک یہاں علیحدگی سے مراد جگہ کی علیحدگی نہیں بلکہ قولی علیحدگی ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک بات بالکل ختم اور طے نہ ہوجائے اُس وقت تک ہر فریق کو اختیار ہے کہ وہ اپنی پیش کش واپس لے لے۔ جب بات طے اور ختم ہوگئی تو اب فسخ کا اختیار بھی ختم ہوگیا۔ ہاں باہمی رضامندی سے دونوں فریق اگر چاہیں تو معاملہ فسخ کیا جاسکتا ہے۔ البتہ فریقین میں سے کوئی بھی اِس خطرہ اور گمان کی وجہ سے الگ اور جدا نہ ہو کہ کہیں دوسرا فریق اپنی بات واپس لے کر معاملہ فسخ کردے گا۔ اگر باہم معاملہ کیا ہے تو اب ایک دوسرے پر اعتماد بھی کرنا چاہیے۔

خیارِ عیب، یعنی عیب کی وجہ سے معاملہ فسخ کرنے کا اختیار

✪ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَجُلًا اِبْتَاعَ غُلَامًا فَاَقَامَ عِنْدَهٗ مَاشَاءَ اللهُ اَنْ يُّقِيمَ ثُمَّ وَجَدَ بِهٖ عَيْبًا فَخَاصَمَهٗ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَرَدَّهٗ عَلَيْهِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَدِ اسْتَغَلَّ غُلَامِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی دوسرے سے ایک غلام خریدا اور وہ اُس کے پاس رہا جب تک اللہ نے چاہا کہ اُس کے پاس رہے۔ پھر اُسے معلوم ہوا کہ غلام میں ایک عیب ہے، تو وہ شخص اِس معاملہ کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلہ چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اُس عیب کی بنیاد پر) غلام واپس کردینے کا فیصلہ فرمادیا۔ مدعا علیہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اِس بھائی نے (اتنے دن تک) میرے غلام سے کام لیا ہے اور فائدہ اٹھایا ہے (لہٰذا مجھے اِس کا معاوضہ ملنا چاہئے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "نفع کا مستحق وہی ہے جو نقصان کا ضامن ہے"۔

تشریح: اِس روایت سے دو باتوں کی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ پہلی یہ کہ اگر خریدی ہوئی چیز میں کوئی عیب نکل آئے (جس کی وجہ سے اُس کی قیمت اور حیثیت کم ہوجائے) تو یہ ثابت ہوجانے پر کہ یہ عیب خرید وفروخت کے معاملے سے پہلے کا ہے، خریدار کو معاملہ فسخ کردینے اور خریدی ہوئی چیز واپس کرکے اپنی ادا کی ہوئی قیمت واپس لینے کا اختیار ہے۔ اِس اختیار کو "خیارِ عیب" کہا جاتا ہے۔ دوسری بات ایک اصولی رہنمائی ہے کہ نفع کا مستحق وہی ہوتا ہے جو نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اگر بالفرض غلام خریدنے والے کے پاس یہ غلام مرجاتا یا کسی حادثہ سے اُس کا کوئی عضو ٹوٹ پھوٹ جاتا تو یہ نقصان خریدار ہی کا ہوتا۔ اِس لیے سودا فسخ ہونے سے پہلے غلام

PDF Compressor Free Version

سے جو فائدہ خریدار نے اٹھایا، وہ اُس کا حق تھا، لہٰذا اِس فائدہ کے معاوضے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بیع کا معاملہ مکمل ہوجانے کے بعد فسخ اور واپسی

✪ عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: ((مَنۡ اَقَالَ مُسۡلِمًا اَقَالَهُ اللهُ عَثۡرَتَهٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ)) (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”جو بندہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو بیچی ہوئی چیز واپس لینے پر یا خریدی ہوئی چیز واپس کرنے پر راضی ہوجائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کے گناہ بخش دے گا۔“

تشریح: بعض اوقات دو فریقوں کے درمیان کسی چیز کی بیع کا معاملہ ہوتا ہے اور لین دین بھی ہوجاتا ہے لیکن اُس کے بعد کوئی ایک فریق اپنی مصلحت سے معاملہ فسخ کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً خریدار، خریدی ہوئی چیز واپس کرنا چاہتا ہے یا بیچنے والا اپنی چیز واپس لینا چاہتا ہے۔ شریعت کی زبان میں اِس صورت کو ”اِقالہ“ کہا جاتا ہے۔ قانونِ شریعت کی رُو سے دوسرا فریق مجبور نہیں ہے کہ وہ فسخ کے لیے راضی ہو۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اِس ارشاد میں اخلاقی انداز اختیار کرتے ہوئے معاملہ کو فسخ کرنے کی ترغیب دی ہے اور اِسے بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے۔ کسی چیز کو خرید کر واپس کرنا یا بیچ کر واپس لینا آدمی اُس وقت چاہتا ہے جب وہ محسوس کرتا ہے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ میں نے اِس معاملہ میں نقصان اٹھایا اور دوسرا فریق نفع میں رہا۔ اِس صورت میں دوسرے فریق کا معاملہ کو فسخ کرنے پر راضی ہوجانا بلاشبہ ایثار ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِس ایثار کی طرف راغب کرتے ہوئے ایسا کرنے والے کو بشارت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے بدلے قیامت میں اُس کے گناہوں سے درگزر فرمائے گا۔ بلاشبہ یہ بڑا نفع بخش سودا ہے۔

سوداگروں کو قسمیں کھانے کی ممانعت

✪ عَنۡ اَبِیۡ قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوۡلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یَقُوۡلُ: ((اِیَّاکُمۡ وَ کَثۡرَةَ الۡحَلۡفِ فِی الۡبَیۡعِ فَاِنَّهٗ یُنَفِّقُ ثُمَّ یَمۡحَقُ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیع و فروخت میں زیادہ قسمیں کھانے سے بہت بچو، کیونکہ اِس سے (اگرچہ بالفعل) دکانداری خوب چل جاتی ہے، لیکن بعد میں یہ برکت کھو دیتی ہے۔

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں تاجروں اور دکانداروں کو زیادہ قسمیں کھانے کی بری عادت سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ بہت زیادہ قسمیں کھا کر گاہک کو خریداری پر آمادہ کرنا، خواہ قسمیں سچی ہی کیوں نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کے باعظمت نام کا بہت نامناسب استعمال ہے۔ زیادہ قسمیں کھانے سے شاید وقتی فائدہ ہو لیکن درحقیقت یہ عمل بے برکتی کا موجب ہوتا ہے۔

تجارت کے دوران ہونے والی خطاؤں کا کفارہ

✪ عَنۡ قَیۡسِ بۡنِ غَرَزَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ مَرَّبِنَا النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فَقَالَ: ((یَامَعۡشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الۡبَیۡعَ یَحۡضُرُهُ اللَّغۡوُ وَالۡحَلۡفُ فَشُوۡبُوۡهُ بِالصَّدَقَةِ)) (رواہ ابوداؤد)

قیس بن غرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے قریب سے گزرے اور ارشاد فرمایا: ”اے تجاروں کی جماعت! تجارت کے دوران بے فائدہ باتیں بھی ہوجاتی ہیں اور قسمیں بھی کھائی جاتی ہے تو (کفارہ کے طور پر) اُس کے ساتھ صدقہ ملا دیا کرو۔“

تشریح: سودا بیچنے اور گاہک کو خریداری پر آمادہ کرنے کے لیے بہت سے تاجر قسمیں

کھاتے ہیں اور بعض ایسی باتیں کرتے ہیں جو اللہ کے نزدیک لایعنی اور ناپسندیدہ ہوتی ہیں۔ اِن کا کفارہ ادا کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے تاجروں کو ترغیب دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ (یعنی مستحقین کی خدمت و اعانت) کو اپنے کاروبار میں شامل کرلیں۔ ان شاء اللہ یہ عمل حُبِ مال کی اُس بیماری کا علاج بھی ہے جو کاروباری لوگوں سے ناپسندیدہ باتیں اور غلط کام کراتی ہے۔

تاجروں کے لیے لرزا دینے والی وعید

✪ عَنْ رِّفَاعَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقَى اللهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ))

(رواہ الترمذی)

حضرت رفاعہ بن رافع انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک تاجر لوگ روزِ قیامت فاجر اور نافرمان اٹھائے جائیں گے سوائے اُن کے جنھوں نے (اپنی تجارت میں) اللہ کے خوف، نیکی اور سچائی کا رویہ اختیار کیا۔“

تشریح: اِس ارشادِ نبوی ﷺ میں اُن تاجروں کے لیے بڑی سخت وعید ہے جو احکامِ شریعت سے آزاد ہوکر تجارت کرتے ہیں۔ حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر جس طرح بھی ہوسکے اپنی دولت میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے تاجر قیامت کے دن مجرموں کی حیثیت سے بارگاہِ خداوندی میں پیش کیے جائیں گے۔ اس کے برعکس سچائی اور دیانت داری کے ساتھ تجارت کرنے والے تاجر روزِ قیامت انبیاء علیہم السلام، صدیقین اور شہداء کرام کے ساتھ ہوں گے (ترمذی)۔“

مکان یا جائیداد کی فروخت کے بارے میں ایک مشفقانہ ہدایت

✪ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ حُرَيْثٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ بَاعَ دَارًا اَوْعَقَارًا فَلَمْ يَجْعَلْ ثَمَنَهٗ فِيْ مِثْلِهٖ كَانَ قَمِنًا

اَنْ لَّا يُبَارَكَ فِيْهِ)) (رواہ ابن ماجہ)

حضرت سعید بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: ”تم میں سے کوئی اپنا گھر یا جائیداد بیچے پھر اگر وہ اُس کی قیمت کو اسی طرح کی کسی جائیداد میں نہ لگا دے تو وہ اسی لائق ہے کہ اُس کے اِس عمل میں برکت اور فائدہ نہ ہو۔“

تشریح: مکان، باغ یا زرعی زمین جیسے غیر منقولہ اثاثہ جات کی یہ خصوصیت ہے کہ اُن کو کوئی چرا نہیں سکتا ہے اور نہ ہی اُن پر اُس طرح کے دوسرے حوادث آسکتے ہیں جو اموالِ منقولہ پر آتے ہیں۔ اِس لیے دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر کسی خاص ضرورت اور مصلحت کے اِن اثاثہ جات کو فروخت نہ کیا جائے۔ اگر فروخت کرنا پڑے تو بہتر یہ ہوگا کہ اُس قیمت سے کوئی غیر منقولہ جائیداد ہی خریدی جائے۔ یہ ہے وہ شفقت بھرا مشورہ جو رسول اللہ ﷺ نے اُمت کو اپنے اِس مبارک ارشاد میں دیا ہے۔ آپ ﷺ کے اِس ارشاد کی حیثیت ایک مشفقانہ ہدایت اور مشورہ کی ہے اور یہ شرعی مسئلہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم اُمتیوں کو آپ ﷺ کے اِس طرح کے مشفقانہ مشوروں پر بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

شراکت داروں کو باہم دیانت داری کی تاکید

✪ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ رَفَعَهٗ اِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ اَنَا ثَالِثُ الشَّرِيْكَيْنِ مَالَمْ يَخُنْ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ فَاِذَا خَانَهٗ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ”جو دو آدمی کاروبار میں شرکت کریں تو تیسرا اُن کے ساتھ میں ہوتا ہوں (یعنی میری رحمت اور برکت اُن کے ساتھ ہوتی ہے) اُس وقت تک جبکہ اُن میں سے کوئی اپنے شریک کے حق میں خیانت

PDF Compressor Free Version

اور بد دیانتی نہ کرے۔ پھر جب کسی شریک کی طرف سے خیانت اور بد دیانتی کا صدور ہوتا ہے تو میں اُن سے الگ ہو جاتا ہوں (اور وہ میری رحمت اور برکت سے محروم ہو جاتے ہیں)۔"

تشریح: یہ ارشادِ مبارک "حدیثِ قدسی" ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل فرمایا ہے۔ اِس ارشاد کے مطابق تجارت اور کاروبار میں شراکت داری نہ صرف جائز بلکہ باعثِ رحمت و برکت ہے۔ البتہ یہ رحمت و برکت صرف اُس وقت تک ہے جب تک دونوں شراکت دار باہم دیانت داری کا معاملہ کریں۔ اگر کوئی ایک فریق بھی خیانت کا مرتکب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی رحمت و برکت ختم ہو جاتی ہے۔ دنیا کے وقتی اور گھٹیا مفاد کی خاطر اللہ کی عظیم رحمت و برکت کی سعادت سے محرومی بہت بڑی بدنصیبی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی بدنصیبی سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

خرید و فروخت میں کسی کو وکیل بنانا جائز ہے

✪ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَعْطَاهُ دِيْنَارًا يَشْتَرِيْ لَهٗ شَاةً فَاشْتَرٰى لَهٗ شَاتَيْنِ فَبَاعَ اِحْدَاهُمَا بِدِيْنَارٍ فَاَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِدِيْنَارٍ وَشَاةٍ فَدَعَا لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْبَرَكَةِ قَالَ فَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيْهِ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت عروہ بن ابی الجعد بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو ایک دینار دیا تاکہ وہ آپ ﷺ کے لیے ایک بکری خرید لائیں۔ وہ گئے اور اُنہوں نے اُس ایک دینار کی دو بکریاں خرید لیں۔ پھر اُن میں سے ایک بکری ایک دینار کی بیچ دی اور واپس آ کر نبی اکرم ﷺ کو (پورا واقعہ سنا کر) ایک دینار بھی پیش کر دیا اور بکری بھی۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے اُن کے حق میں برکت کی دعا فرمائی۔ راوی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

کہ اِس دعا کی برکت سے اُن کا حال یہ تھا کہ اگر مٹی بھی خرید لیتے تو اُس میں بھی اُنہیں نفع ہو جاتا۔

تشریح: عروہ بن ابی الجعد بارقی رضی اللہ عنہ نے بکریوں کی خرید و فروخت رسول اللہ ﷺ کے وکیل کی حیثیت سے کی تھی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ خرید و فروخت کے لیے کسی کو وکیل بنانا جائز ہے۔ اُنہوں نے خریدی ہوئی دو بکریوں میں سے ایک آپ ﷺ سے اجازت لیے بغیر فروخت کر دی اور آپ ﷺ نے اُن کے اِس فعل کو غلط اور خلافِ شریعت قرار نہیں دیا بلکہ تحسین فرمائی اور دعا دی۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وکیل اپنے مؤکل کی چیز اُس کی اجازت کے بغیر بھی فروخت کر سکتا ہے اور اگر مؤکل اُس کو قبول کر لے تو وہ بیع جائز اور نافذ ہوگی۔

مزدوری کے بارے میں رہنمائی

✪ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ)) فَقَالَ اَصْحَابُهٗ وَاَنْتَ؟ فَقَالَ: ((نَعَمْ كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی پیغمبر بھیجے سب نے بکریاں چرائی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور حضرت آپ نے؟ فرمایا: "ہاں میں نے بھی بکریاں چرائی ہیں، میں چند قیراط پر اہلِ مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔"

نبی اکرم ﷺ کا بکریاں چرانے کا واقعہ غالباً ابتدائی عمر کا ہے۔ جب آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ رہتے تھے تو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے مکہ والوں کی بکریاں چراتے تھے۔ اِس کے عوض آپ ﷺ کو چند قیراط مل جاتے تھے۔ بکریاں چرانا بڑا صبر آزما کام ہے۔ اِس سے انسان کی بڑی تربیت ہوتی ہے۔ غرور اور تکبر جیسے رزائل کا علاج ہوتا ہے۔ صبر کرنے اور غصہ پینے کی عادت پڑتی ہے۔

PDF Compressor Free Version

PDF Compressor Free Version

مزاج میں شفقت اور نرمی پیدا کرنے کی مشق ہوتی ہے۔ لہٰذا بکریاں چرانا ایک ایسا محبوب عمل ہے جو انبیاء علیہم السلام کی سنت اور انسان کی کردار سازی کے لیے بڑا مفید ہے۔

✪ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :
((اَعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ)) (رواہ ابن ماجه)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اُس کی مزدوری ادا کر دیا کرو۔"

تشریح: اِن احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مزدوری لے کر کام کرنا یا کسی کو مزدوری دے کر کام کروانا جائز ہے۔ تلقین کی گئی کہ مزدور جب تمہارا کام پورا کر دے تو اُس کی مزدوری فوراً ادا کر دی جائے اور اِس میں تاخیر نہ کی جائے۔

بٹائی پر زمین دینا

✪ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ اَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا
(رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (فتحِ خیبر کے بعد) خیبر کی زمین، وہاں کے یہودیوں کے سپرد کر دی اور اِس شرط پر کہ وہ محنت کریں اور کاشت کریں اور پیداوار کا نصف حصہ اُن کا ہو۔

تشریح: بٹائی کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین کسی کے حوالے کر دے کہ وہ اُس میں کاشت کرے اور پیداوار کا ایک طے شدہ حصہ زمین کے مالک کو دے دیا کرے۔ اِس حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بٹائی کا معاملہ جائز ہے۔ دیگر روایات میں اِس کا بھی ذکر ہے کہ کاشت والی زمینوں کے علاوہ خیبر کے نخلستان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس شرط پر وہاں کے یہودیوں کے سپرد کر دیے تھے کہ وہ پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو ادا کریں گے۔

استعمال کے لیے کوئی چیز مانگنا

✪ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَرَسًا مِنْ اَبِيْ طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوْبُ فَرَكِبَ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: ((مَا رَاَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَاِنْ وَّجَدْنَاهُ لَبَحْرًا))
(رواہ البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ (غالباً دشمن کے لشکر کی آمد کے شبہ کی بنا پر) مدینہ میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے اُن کا گھوڑا عاریتاً مانگا جس کو "مندوب" یعنی سست رفتار کہا جاتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس پر سوار ہو کر اُس جانب تشریف لے گئے جہاں سے خطرہ کا شبہ تھا۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے تو فرمایا: "ہم نے کچھ نہیں دیکھا (یعنی کوئی خطرہ والی بات نظر نہیں آئی) اور ہم نے اُس (ابوطلحہ ص کے گھوڑے) کو بحرِ رواں پایا۔"

تشریح: زندگی کے روزمرہ کے معمولات میں اِس کی ضرورت پڑتی رہتی ہے کہ کسی مقصد کے لیے کسی سے کوئی چیز بغیر اُجرت کے استعمال کے لیے مانگ لی جائے اور مقصد پورا ہو جانے پر واپس کر دی جائے۔ ایسا کرنا جائز ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایسا کرتے رہے ہیں۔ اِس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا لے کر اُس پر سواری کی۔ پھر جو فرد کسی ضرورت مند کو اِس طرح سے کوئی شے استعمال کے لیے دیتا ہے وہ دراصل ایک بھائی کی اعانت اور امداد کرتا ہے اور بلاشبہ بڑے اَجر و ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

ضمنی طور پر یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی شجاعت اور احساس ذمہ داری کی امتیازی صفات کو بھی ظاہر کر رہی ہے۔ خطرہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحقیق کے لیے تن تنہا تشریف لے گئے اور واپس آ کر لوگوں کو امن و اطمینان کی خبر دی۔ اِسی طرح یہ بات

آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکت کا مظہر ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ گھوڑا جو اتنا سست رفتار تھا کہ لوگوں نے اُس کا نام ہی "مندوب" (سست رفتار) رکھ دیا تھا، آپ ﷺ کی سواری کا شرف حاصل کر کے ایسا تیز رَو اور سبک رفتار ہو گیا کہ آپ ﷺ نے اُسے "بحرِ رواں" قرار دیا۔

✪ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اِسْتَعَارَ مِنْهُ اَدْرَاعًا يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ اَغَصْبٌ يَا مُحَمَّدُ؟ قَالَ: ((بَلْ عَارِيَةٌ مَّضْمُوْنَةٌ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت صفوان بن اُمیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے موقع پر اُن کی زرہیں (جنگ میں استعمال کے لیے) اُن سے مانگیں تو صفوان نے (جو اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کہا کہ کیا آپ (فاتح کی حیثیت سے میری زرہیں) غصب کے طور پر (زبردستی) لینا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں بلکہ عارضی طور پر (لینا چاہتا ہوں) جس کی واپسی کی ذمہ داری ہے۔"

تشریح: صفوان بن امیہ مکہ کے سردار اور رسول اللہ ﷺ کے سخت دشمنوں میں تھے۔ ۸ ہجری میں جب مکہ فتح ہو گیا اور وہاں رسول اللہ ﷺ فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو صفوان مکہ سے فرار ہو گئے۔ اُن سے تعلق رکھنے والے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے اُن کے حق میں امان کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے یہ درخواست قبول فرمالی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اُن کو تلاش کر کے مکہ واپس لے آئے، لیکن وہ اپنے کفر پر قائم رہے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ سے فارغ ہو کر حنین کا قصد کیا تو مکہ کے ایسے بہت سے لوگ بھی آپ ﷺ کی اجازت سے اِس سفر میں شامل ہو گئے جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اُن میں صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اِسی موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اُن سے آہنی زرہیں عاریتاً مانگی تھیں۔ اُن کو یہ شبہ ہوا کہ شاید اب

میری زرہیں غصب اور ضبط کر لی جائیں گی اور مجھے واپس نہیں ملیں گی۔ جب اُنہوں نے اپنے شبہ کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے اُنہیں اطمینان دلا دیا کہ یہ زرہیں تم سے صرف عاریت کے طور پر مانگی جا رہی ہیں اور اِن کی واپسی کی ذمہ داری ہے۔ اُنہوں نے وہ زرہیں آپ ﷺ کے حوالہ کر دیں۔

غزوۂ حنین کے اِس سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ کر اور آپ ﷺ کے طور طریقوں اور خاص کر اپنے جیسے قدیمی اور خون کے پیاسے دشمن کے ساتھ آپ ﷺ کا غیر معمولی حسنِ سلوک دیکھ کر اُنہیں آپ ﷺ کے سچے نبی ہونے کا یقین حاصل ہو گیا اور اُنہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

✪ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَلْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ وَالْمِنْحَةُ مَرْدُوْدَةٌ وَالدَّيْنُ مَقْضِيٌّ وَالزَّعِيْمُ غَارِمٌ))

(رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ ارشاد فرما رہے تھے: استعمال کے لیے لی گئی چیز لازماً واپس کی جائے گی اور جو چیز فائدہ اٹھانے کے لیے دی گئی ہو وہ فائدہ اٹھا کر مالک کو لوٹائی جائے گی اور لیا گیا قرض ادا کرنا ہو گا اور کفالت کرنے والا ادائیگی کا ذمہ دار ہو گا۔"

تشریح: اِس ارشادِ نبوی ﷺ میں چار احکامِ شریعت بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر اپنی ضرورت اور استعمال کے لیے کسی کی کوئی چیز عاریت کے طور پر لی جائے تو اِس کا واپس کرنا لازم ہے۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے کو اپنی کوئی شے فائدہ اُٹھانے کے لیے دے تو پھر دوسرے شخص پر لازم ہے کہ فائدہ اُٹھانے کے بعد وہ شے مالک کو لوٹا دے۔ عرب میں رواج تھا کہ فیاض اور فراخ دل لوگ جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دیتا اپنی ملکیت کی کوئی چیز صرف فائدہ اٹھانے اور استعمال کرنے کے لیے دوسرے کسی

PDF Compressor Free Version

PDF Compressor Free Version

بھائی کو دے دیتے تھے۔ بلاشبہ یہ بڑا مبارک رواج تھا لیکن اب اِس طرح کی ساری خوبیاں اور نیکیاں اُٹھتی اور مٹتی جارہی ہیں۔ خودغرضی اور نفسانفسی کا دور دورہ ہے۔ تیسرا حکم اِس حدیث میں یہ بیان فرمایا گیا کہ جس کسی نے اللہ کے کسی بندہ سے قرض لیا ہو وہ اُس کے ادا کرنے کا اہتمام کرے۔ چوتھا حکم یہ بیان فرمایا گیا کہ کسی شخص کے ذمہ اگر کسی دوسرے کا قرض یا کسی قسم کا مالی حق ہو اور کوئی اُس کا کفیل اور ضامن بن جائے تو وہ ادائیگی کا ذمہ دار ہے۔ یعنی اگر بالفرض اصل فریق قرض یا حق ادا نہ کرے تو اُس کفیل اور ضامن کو ادا کرنا پڑے گا۔

کسی دوسرے کی چیز ناحق لے لینا

✪ عَنۡ اَبِیۡ حُرَّۃَ الرَّقَّاشِیِّ عَنۡ عَمِّهٖ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوۡلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: ((لَا یَحِلُّ مَالُ امۡرِءٍ مُسۡلِمٍ اِلَّا عَنۡ طِیۡبِ نَفۡسٍ)) (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت ابوحرہ رَقاشی اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”کسی مسلمان بھائی کی ملکیت کی کوئی چیز اُس کی دلی رضا مندی کے بغیر لینا حلال اور جائز نہیں ہے۔“

✪ عَنۡ سَالِمٍ عَنۡ اَبِیۡهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((مَنۡ اَخَذَ شَیۡئًا مِّنَ الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اِلٰی سَبۡعِ اَرۡضِیۡنَ)) (رواہ البخاری)

حضرت سالم اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے کسی دوسرے کی کچھ بھی زمین ناحق لے لی تو قیامت کے دن وہ اُس زمین کی وجہ سے (اور اُس کی سزا میں) زمین کے ساتوں طبق تک دھنسا دیا جائے گا۔“

✪ عَنۡ عِمۡرَانَ بۡنِ حُصَیۡنٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: ((مَنِ

انۡتَهَبَ نُهۡبَةً فَلَیۡسَ مِنَّا)) (رواہ الترمذی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے کسی کی کوئی چیز چھین لی اور لوٹ لی وہ ہم میں سے نہیں۔“

تشریح: اگر کسی کی کوئی چیز قیمت دے کر لی جائے تو شریعت اور عرف میں اُس کو بیع و شراء (خرید و فروخت) کہا جاتا ہے۔ اگر اجرت یعنی کرایہ یا معاوضہ دے کر کسی کی چیز استعمال کی جائے تو شریعت اور عرف میں وہ ”اجارہ“ ہے۔ اگر بغیر کسی معاوضہ یا کرایہ کے کسی کی چیز وقتی طور پر استعمال کے لیے لی جائے اور استعمال کے بعد واپس کردی جائے تو وہ عاریت ہے۔ یہ سب صورتیں جائز اور صحیح ہیں۔

کسی دوسرے کی چیز لے لینے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اُس کی مرضی کے بغیر زبردستی اور ظالمانہ طور پر اُس چیز پر قبضہ کرلیا جائے۔ شریعت کی زبان میں اِسے غصب کہا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے ارشاد کے مطابق غصب حرام اور سخت ترین گناہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کی زمین کا چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا بھی ناحق غصب کیا تو قیامت کے دن اُس گناہ کی سزا میں وہ زمین میں آخری حد تک دھنسایا جائے گا۔ اللہ کی پناہ! تیسرے ارشاد میں وعید ہے کہ کسی کی چیز کا چھیننے اور غصب کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت میں سے نہیں ہے۔ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سے الگ اور دور کردیا وہ بڑا محروم اور بدبخت ہے۔ اگر دل میں ایمان کا ذرّہ بھی ہو تو یہ وعید انتہائی سخت ہے۔

✪ عَنِ السَّائِبِ بۡنِ یَزِیۡدَ عَنۡ اَبِیۡهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((لَا یَاۡخُذۡ اَحَدُکُمۡ عَصَا اَخِیۡهِ لَاعِبًا اَوۡ جَادًّا فَمَنۡ اَخَذَ عَصَا اَخِیۡهِ فَلۡیَرُدَّهَا اِلَیۡهِ)) (رواہ الترمذی)

حضرت سائب بن یزید اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی اپنے دوسرے بھائی کی چھڑی بھی نہ

PDF Compressor Free Version

لے، نہ ہنسی مذاق میں اور نہ لینے کے ارادہ سے۔ پس اگر لے تو اُس کو واپس لوٹائے۔"

تشریح: اِس ارشادِ مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے تلقین فرمائی ہے کہ کسی بھائی کی چھڑی جیسی حقیر اور معمولی چیز بھی بغیر اُس کی مرضی اور اجازت کے نہ لی جائے۔ یہاں تک کہ ہنسی مذاق میں بھی نہ لی جائے۔ اگر غفلت یا غلطی سے لے لی ہو تو واپس لوٹا دی جائے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ ایسی معمولی چیز کا واپس کرنا کیا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ ﷺ کی اِن ہدایات کی اہمیت محسوس کرنے اور اِن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

✪ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاَصْحَابَهٗ مَرُّوْا بِامْرَأَةٍ فَذَبَحَتْ لَهُمْ شَاةً وَاتَّخَذَتْ لَهُمْ طَعَامًا فَاَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ لُقْمَةً فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّسِيْغَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هٰذِهٖ شَاةٌ ذُبِحَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ اَهْلِهَا)) فَقَالَتِ الْمَرْاَةُ يَانَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّا لَا نَحْتَشِمُ مِنْ اٰلِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ وَلَا يَحْتَشِمُوْنَ مِنَّا نَاْخُذُ مِنْهُمْ وَيَاْخُذُوْنَ مِنَّا

(رواہ احمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے چند ساتھیوں کا گزر ایک خاتون کی طرف ہوا۔ اُس نے اُن کے لیے ایک بکری ذبح کی اور اُن کے سامنے کھانا تیار کر کے پیش کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُس میں سے ایک لقمہ لیا مگر اُسے آپ ﷺ حلق سے نہیں اتار سکے۔ اِس پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یہ بکری اصل مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کر لی گئی ہے۔" اُس خاتون نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ ہم لوگ (اپنے پڑوسی) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے کوئی تکلف نہیں کرتے اور وہ ہم سے کوئی تکلف نہیں کرتے۔ ہم اُن کی چیز لے لیتے

ہیں اور وہ ہماری چیز لے لیتے ہیں۔

تشریح: دعوت کرنے والی خاتون کے جواب سے معلوم ہوا ذبح کی جانے والی بکری پڑوس کے ایک گھرانے آلِ معاذ رضی اللہ عنہ کی تھی۔ باہمی اعتماد و تعلق کی وجہ سے اُن سے اجازت لیے بغیر بکری ذبح کر دی گئی اور اُس سے کھانا تیار کر کے آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے جب پہلا ہی لقمہ لیا تو طبیعت مبارک نے اُسے قبول نہیں کیا اور وہ حلق سے اتر ہی نہیں سکا۔ آپ ﷺ پر یہ منکشف کر دیا گیا کہ یہ بکری اصل مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔ غور کیجیے کہ بکری نہ چرائی گئی تھی، نہ غصب کی گئی تھی، بلکہ باہمی بے تکلفی کی وجہ سے اجازت لیے بغیر ذبح کر لی گئی تھی۔ اِس کے باوجود اُس میں ایسی خباثت پیدا ہو گئی کہ آپ ﷺ اُسے حلق سے نہیں اُتار سکے۔ اِس میں سبق ہے کہ دوسروں کی چیز بغیر اجازت لے لینے اور استعمال کرنے کے بارے میں ہمیں بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں کو برائی کی ہر صورت سے محفوظ رکھتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک عورت نے دعوتِ گناہ دی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی اُس عورت کی طرف سے مائل ہونے سے حفاظت فرمائی اور سورۂ یوسف آیت 24 میں ارشاد فرمایا:

(كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾) (یوسف:24)

"اِس طرح سے ہم نے دور کر دیا اُن سے برائی کو اور بے حیائی کو۔ بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔"

اللہ تعالیٰ کی اِسی خاص الخاص عنایت کا ظہور تھا کہ مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی بکری کا ایک لقمہ بھی رسول اللہ ﷺ کے حلق سے نیچے نہ اتر سکا اور لقمہ منہ میں لے لینے کے باوجود وہ حلق کے قریب جا کر اٹک گیا۔

PDF Compressor Free Version

تحفہ دینا اور لینا

ہدیہ وہ عطیہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر کسی دوسرے کا دل خوش کرنے اور اُس کے ساتھ اپنا تعلق خاص ظاہر کرنے کے لیے دیا جاتا ہے۔ یہ تمدنی زندگی میں کارِ خیر کی ایک ایسی صورت ہے جس کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ارشادات میں بڑی ترغیب دی ہے۔ اِس کی حکمت یہ بتائی ہے کہ اِس سے دلوں میں محبت والفت اور تعلقات میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جو انسان کے لیے بہت سی آفات سے حفاظت اور عافیت وسکون حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں۔ افسوس ہے کہ امت میں باہم مخلصانہ ہدیوں کے لین دین کا رواج بہت ہی کم ہوگیا ہے۔ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں اِس مبارک عمل کو پھر سے رواج دینے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اِس عمل کی برکات سے ہمارا معاشرہ فیضیاب ہو سکے۔

ہدیہ دلوں کی کدورت دور کر کے محبت پیدا کرتا ہے

✪ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قَالَ: ((تَھَادَوْا فَاِنَّ الْھَدِیَّۃَ تُذْھِبُ وَحَرَالصَّدْرِ وَلَا تَحْقِرَنَّ جَارَۃٌ لِجَارَتِھَا وَلَوْ شِقَّ فِرْسِنِ شَاۃٍ)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”آپس میں ہدیے تحفے دیا کرو، ہدیہ سینوں کی کدورت ورنجش دور کر دیتا ہے اور ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کو ہدیہ کے لیے بکری کے کُھر کے ایک ٹکڑے کو بھی حقیر اور کمتر نہ سمجھے۔“

تشریح: اِس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ایک محسوس ہونے والی حقیقت کا بیان ہے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ تحائف دینے سے باہمی رنجشیں اور کدورتیں دور ہوتی ہیں ، دلوں میں قربت اور تعلقات میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے۔ اِس ارشاد سے یہ رہنمائی بھی ملی کہ

ہدیہ دینے کے لیے ضروری نہیں کہ بہت بڑھیا ہی چیز پیش کی جائے۔ بالفرض اگر گھر میں بکری کے پائے پکے ہیں تو پڑوسن کو بھیجنے کے لیے اُس کے ایک ٹکڑے کو بھی حقیر نہ سمجھا جائے وہی بھیج دیا جائے۔ اِسی طرح پڑوسن کو بھی چاہیے کہ وہ اِس ہدیہ کو خوشی کے ساتھ قبول کرے اور اِس کو اپنی توہین وتذلیل نہ سمجھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ہدیہ کا بدلہ دینا

✪ عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یَقْبَلُ الْھَدِیَّۃَ وَیُثِیْبُ عَلَیْھَا (رواہ البخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول اور دستور تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تحفہ قبول فرماتے تھے اور اُس کے جواب میں خود بھی عطا فرماتے تھے۔

تشریح: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب کوئی محبت وخلوص کے ساتھ ہدیہ پیش کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُسے خوشی سے قبول فرماتے تھے۔ پھر ارشادِ باری تعالیٰ "ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ" (احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہوسکتا) کے مطابق اُس تحفہ دینے والے کو خود بھی تحفے سے نوازتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دیگر ارشادات میں امت کو بھی اِسی طرزِ عمل کو اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی اور اِسے مکارمِ اخلاق کا تقاضا قرار دیا۔

✪ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قَالَ: ((مَنْ اُعْطِیَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْیَجْزِبِہٖ وَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیُثْنِ فَاِنَّ مَنْ اَثْنٰی فَقَدْ شَکَرَ وَمَنْ کَتَمَ فَقَدْ کَفَرَ وَمَنْ تَحَلّٰی بِمَا لَمْ یُعْطَہٗ کَانَ کَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ)) (رواہ الترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کو ہدیہ تحفہ دیا جائے تو اگر اُس کے پاس بدلہ میں دینے کے لیے کچھ موجود

PDF Compressor Free Version

ہوتو وہ اُس کو دے دے اور جس کے پاس بدلہ میں تحفہ دینے کے لیے کچھ نہ ہوتو وہ اُس کی تعریف کرے اور اُس کے حق میں کلمہ خیر کہے۔ جس نے ایسا کیا اُس نے شکریہ کا حق ادا کر دیا اور جس نے ایسا نہیں کیا اور احسان کے معاملہ کو چھپایا تو اُس نے ناشکری کی۔ اور جو کوئی اپنے کو آراستہ دکھائے اُس صفت سے جو اُس کو عطا نہیں ہوئی تو وہ اُس آدمی کی طرح ہے جو دھوکے فریب کے دو کپڑے پہنے۔"

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ جس کو کسی محب کی طرف سے تحفہ دیا جائے تو اُسے چاہیے کہ وہ بھی جواب میں اگر ممکن ہو تو تحفہ پیش کرے۔ اگر اُس کے لیے ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو تحفہ دینے والے کی تحسین کرے، اُس کے حق میں کلمۂ خیر کہے اور اُسے اچھے اجر کی دعا دے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اِس کو بھی شکر سمجھا جائے گا۔ جو شخص تحفہ پانے کے بعد زبان سے اِس احسان کا ذکر تک نہ کرے تو وہ کفرانِ نعمت اور ناشکری کا مرتکب ہوگا۔ مزید ارشاد ہوا کہ بعض لوگ اپنی زبان یا طرزِ عمل یا خاص قسم کے لباس وغیرہ کے ذریعے ایسا روپ اختیار کرتے ہیں کہ سادہ لوح لوگ اُنہیں معززین میں شمار کرتے ہیں اور اُنہیں تحفہ دینا اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔ یہ بہروپیے اپنے اندر وہ کمال (مثلاً عالم یا روحانی پیشوا ہونا) ظاہر کرتے ہیں جو اُن میں نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ دھوکہ باز، فریبی اور مکار ہیں۔ وہ بدنصیب دنیا کے عارضی تحائف کے بدلہ آخرت کے دائمی عذاب کا سودا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم!

محسنوں کا شکریہ اور اُن کے لیے دعائے خیر

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ)) (رواہ احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے احسان کرنے والے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا، اُس

نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔"

تشریح: یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جس بندے کے ہاتھ سے کوئی تحفہ ملے یا وہ کسی طرح کا بھی احسان کرے تو اُس کا شکریہ ادا کیا جائے اور اُس کے لیے کلمۂ خیر کہا جائے۔ اب جو ایسا نہیں کرتا وہ اللہ کی نافرمانی اور ناشکری کرتا ہے۔ غالباً یہی حدیثِ مبارکہ کا مدعا ہے۔ بعض شارحین نے اِس حدیث کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ جو احسان کرنے والے بندوں کا شکر گزار نہ ہوگا وہ ناشکری کی اِس عادت کی وجہ سے اللہ کا بھی شکر گزار نہ ہوگا۔

✪ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ صُنِعَ اِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا فَقَدْ اَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ)) (رواہ الترمذی)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس آدمی پر کسی نے کوئی احسان کیا اور اُس نے اِس محسن کو یہ کہہ کر دعا دی کہ "جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا" (اللہ تعالیٰ تم کو اِس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے) تو اُس نے (اِس دعائیہ کلمہ کے ذریعہ) محسن کی پوری تعریف بھی کر دی۔"

تشریح: جب اللہ کا کوئی بندہ کسی احسان کرنے والے کے لیے دعا کرتا ہے کہ "جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا" (اللہ تعالیٰ تم کو اِس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے) تو گویا وہ اِس کا اظہار و اعتراف[1] کرتا ہے کہ میں اِس احسان کا بدلہ دینے سے عاجز ہوں۔ بس میرا کریم پروردگار ہی تمہیں اِس کا اچھا بدلہ دے سکتا ہے۔ میں اُسی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہارے اِس احسان کا اپنی شانِ عالی کے مطابق بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ اِس طرح اِس دعائیہ کلمہ میں نہ صرف محسن کی تعریف بلکہ اُس کے احسان کی قدر شناسی اور احسان کا بدلہ دینے کا پہلو بھی شامل ہے۔

✪ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ اَتَاهُ

(۱) مان لینا

PDF Compressor Free Version

الْمُهَاجِرُوْنَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَارَاَیْنَا قَوْمًا اَبْذَلَ مِنْ کَثِیْرٍ وَلَا اَحْسَنَ مُوَاسَاةً مِنْ قَلِیْلٍ مِنْ قَوْمٍ نَزَلْنَا بَیْنَ اَظْهُرِهِمْ لَقَدْ کَفَوْنَا الْمُؤْنَةَ وَاَشْرَکُوْنَا فِی الْمَهْنَا حَتّٰی لَقَدْ خِفْنَا اَنْ یَّذْهَبُوا بِالْاَجْرِ کُلِّهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ((لَا مَا دَعَوْتُمُ اللهَ لَهُمْ وَاَثْنَیْتُمْ عَلَیْهِمْ)) (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے (اور مہاجرین نے انصار کی میز بانی اور اُن کے ایثار کا تجربہ کیا) تو ایک دن مہاجرین نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم نے کہیں ایسے لوگ نہیں دیکھے جیسے یہ لوگ ہیں، جن کے ہاں آ کے ہم اترے ہیں (یعنی انصارِ مدینہ)۔ زیادہ ہو تو اُسے خوب (دریا دلی سے ہماری میزبانی پر) خرچ کرنے والے اور (کسی کے پاس) تھوڑا ہو تو اس سے بھی ہماری غم خواری اور مدد کرنے والے۔ اُنہوں نے محنت و مشقت کی ساری ذمہ داری ہماری طرف سے بھی اپنے ذمہ لے لی ہے اور منفعت میں ہم کو شریک کر لیا ہے۔ (اُن کے اِس غیر معمولی ایثار سے) ہمیں اندیشہ ہے کہ سارا اجر و ثواب اُنہی کے حصہ میں آ جائے (اور آخرت میں ہم خالی ہاتھ رہ جائیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں ایسا نہیں ہوگا جب تک اُس احسان کے عوض تم اُن کے حق میں دعا کرتے رہو گے اور اُن کے لیے کلمۂ خیر کہتے رہو گے۔“

تشریح: جب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ بڑی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ معظّمہ سے ہجرت فرما کے مدینہ طیبہ آئے تو انصارِ مدینہ نے اِن کی خوب نصرت فرمائی۔ کھیتی باڑی اور دوسرے کاموں میں خود محنت کرتے اور جو کچھ حاصل ہوتا اُس میں مہاجرین کو شریک کر لیتے۔ جو دولت مند تھے وہ پوری دریا دلی سے مہاجرین پر اپنی

دولت بے دریغ خرچ کرتے۔ جو غربا تھے وہ بھی اپنا پیٹ کاٹ کر اُن کی خدمت اور مہمان داری کرتے۔ اِس صورتِ حال سے مہاجرین کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انصار کے اِس غیر معمولی ایثار و احسان کی وجہ سے ہماری ہجرت اور عبادات وغیرہ کا ثواب بھی ہمارے اِنہی محسن میزبانوں کے حصہ میں آ جائے اور ہم خسارہ میں رہیں۔ اُنہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں اپنا یہ خدشہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے اطمینان دلایا کہ ایسا نہ ہوگا۔ البتہ شرط یہ ہے کہ تم دل و زبان سے اُن کے احسان کا اعتراف اور شکر گزاری کرتے رہو۔ اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اتنے ہی عمل کو اُن کے احسانات کے بدلے اور شکریے کے طور پر قبول فرمائے گا اور تمہیں اُن کے احسانات و ایثار کا پورا بدلہ ادا کرنے کا اجر اپنے خزانۂ کرم سے عطا فرمائے گا۔

وہ چیزیں جن کا ہدیہ قبول ہی کرنا چاہیے

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ عُرِضَ عَلَیْهِ رَیْحَانٌ فَلَا یَرُدُّهٗ فَاِنَّهٗ خَفِیْفُ الْمَحْمَلِ طَیِّبُ الرِّیْحِ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کسی کو ہدیہ کے طور پر خوشبودار پھول پیش کیا جائے تو اُسے چاہیے کہ ہرگز اُس تحفہ کو رد نہ کرے، کیونکہ وہ بظاہر بہت ہلکی چیز ہے لیکن اُس کی خوشبو باعثِ فرحت ہے۔“

تشریح: پھول جیسی کم قیمت چیز قبول کرنے سے اگر انکار کیا جائے تو ممکن ہے کہ پیش کرنے والے کو خیال ہو کہ میری چیز کم قیمت ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کی گئی اور اِس سے اُس کی دل شکنی ہو۔ نبی اکرم ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ کسی کی دل شکنی ہو۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اپنے اِس ارشاد اور دیگر ارشادات میں بھی تلقین کی کہ جس کو خوشبو

PDF Compressor Free Version

دار پھول کا ہدیہ دیا جائے وہ واپس نہ کرے۔ آپ ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں خوشبودار پھول کو جنت کا تحفہ قرار دیا۔ روایات میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ خوشبو کا ہدیہ واپس نہیں فرماتے تھے۔

✪ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((ثَلٰثٌ لَا تُرَدُّ الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَاللَّبَنُ)) (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تین چیزیں (بالخصوص) ایسی ہیں جن کو رد نہیں کرنا چاہئے قبول ہی کر لینا چاہئے، تکیہ، تیل اور دودھ۔"

تشریح: اِن تینوں چیزوں کی خصوصیت یہ ہے کہ دینے والے پر اِن کا زیادہ بار نہیں پڑتا۔ جس کو دی جائیں وہ اُنہیں استعمال کر کے اُن سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اِس سے دینے والے کا جی خوش ہوتا ہے۔ جو بھی چیزیں اِس حیثیت کی ہوں، اُن کا ہدیہ قبول کر لینا چاہیے اور لوٹانا نہیں چاہیے۔

ہدیہ دے کر واپس لینا بڑی مکروہ بات ہے

✪ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ وَابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يُّعْطِيَ عَطِيَّةً ثُمَّ يَرْجِعُ فِيْهَا اِلَّا الْوَالِدُ فِيْمَا يُعْطِيْ وَلَدَهٗ وَمَثَلُ الَّذِيْ يُعْطِي الْعَطِيَّةَ ثُمَّ يَرْجِعُ فِيْهَا كَمَثَلِ الْكَلْبِ اَكَلَ حَتّٰى اِذَا شَبِعَ قَاءَ ثُمَّ عَادَ فِيْ قَيْئِهٖ))
(رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کسی آدمی کے لیے یہ جائز اور درست نہیں ہے کہ وہ کسی کو کوئی چیز عطیہ کے طور پر دے پھر اُسے واپس لے سوائے والد کے کہ اگر وہ اولاد کو کچھ دے (تو واپس لے سکتا ہے)۔ جو شخص ہدیہ اور

عطیہ دے کر واپس لے اُس کی مثال اُس کتے کی سی ہے کہ اُس نے ایک چیز کھائی، یہاں تک کہ جب خوب پیٹ بھر گیا تو اس کو قے کر کے نکال دیا، پھر اپنی اُسی قے ہی کو کھانے لگا۔"

کن لوگوں کو ہدیہ لینا منع ہے

✪ عَنْ اَبِیْ حُمَيْدِنِ السَّاعِدِيِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ((هَدَايَا الْعُمَّالِ غُلُوْلٌ)) رواہ احمد)

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "حاکم اور فرمانروا کے ہدیے "غلول" (ایک طرح کی خیانت، رشوت اور ناجائز استحصال کے قبیل سے) ہیں۔"

✪ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ وَ قَالَ: ((مَنْ شَفَعَ لِاَخِيْهِ بِشَفَاعَةٍ فَاَهْدٰى لَهٗ هَدِيَّةً عَلَيْهَا فَقَبِلَهَا فَقَدْ اَتٰى بَابًا عَظِيْمًا مِنْ اَبْوَابِ الرِّبَا)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے اپنے کسی بھائی کے لیے (کسی معاملہ میں) سفارش کی پھر اُس نے اُسے اُس وجہ سے کوئی تحفہ دیا اور اُس نے قبول کر لیا تو وہ ایک قسم کا سود لینے کا مرتکب ہوا۔"

تشریح: مذکورہ بالا ارشاداتِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوا کہ ہدیہ وہی قابلِ قبول ہے جو اخلاص کے ساتھ ہو۔ اگر ہدیہ دینے کا مقصد کوئی دنیوی مفاد حاصل کرنا ہو تو یہ خیانت، استحصال، رشوت اور سود کے ذیل میں آ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی لین دین کے سلسلہ کی اِن تمام ہدایات کی روح کو سمجھیں اور اُن کی پابندی اور پیروی کو اپنی زندگی کا اصول بنائیں۔ آمین!

PDF Compressor Free Version

نظامِ عدالت

لوگوں کے درمیان پیدا ہونے والے مختلف قسم کے نزاعات اور جھگڑوں کا فیصلہ کرنے، حق داروں کو اُن کا حق دلوانے اور مجرموں کو سزا دینے کے لیے محکمۂ قضا یعنی نظامِ عدالت کا قیام انسانی معاشرہ کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر انسانی معاملات کی طرح اِس معاملہ میں بھی اپنے طرزِ عمل اور ارشادات سے ہمیں پوری رہنمائی عطا فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی اجتماعیت کی ایک شکل پیدا ہوگئی تو اُس وقت نظامِ عدالت بھی اپنی ابتدائی سادہ شکل میں قائم فرما دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی و رسول ہونے کے ساتھ قاضی اور حاکم بھی تھے۔ نزاعی معاملات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کا فیصلہ فرماتے، حدود جاری کرتے یعنی سزا کے مستحق مجرمین کو شریعت کے مطابق سزائیں دلواتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا:

(وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ) (المائدہ:49)

"(اے پیغمبر!) آپ الوگوں (کے نزاعات و معاملات) کا فیصلہ اللہ کی نازل کی ہوئی ہدایت اور اُس کے قانون کے مطابق کیا کریں۔"

سورۂ نساء آیت ۱۰۵ میں ارشاد فرمایا گیا:

(اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰٮكَ اللّٰهُ)

"ہم نے نازل کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف "کتاب" حق (کی ہدایت) کے ساتھ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے باہمی معاملات کا فیصلہ کریں اللہ کی دی ہوئی رہنمائی کے مطابق۔"

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں لوگوں کے درمیان نزاعات کے فیصلے خود فرماتے

تھے۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی مدینہ طیبہ میں قاضی کی حیثیت سے یہ ذمہ داری ادا کرتے تھے۔ یمن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یہ ذمہ داری تفویض فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن لوگوں کو جو کسی علاقہ میں قاضی بنائے جائیں سخت تاکید فرمائی کہ وہ اِس ذمہ داری کو امکانی حد تک اور اپنے فہم و فکر کی روشنی میں عدل و انصاف اور خدا ترسی کے ساتھ انجام دینے کی پوری کوشش کریں۔ ایسا کرنے والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی مدد اور رہنمائی اور آخرت میں عظیم انعامات اور بلند درجات کی بشارتیں سنائیں۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر بالفرض ایسے لوگوں سے نادانستہ اجتہادی غلطی بھی ہو جائے گی تو اِس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ اِس کے برعکس جانبداری اور بے انصافی کرنے والے حاکم اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا شکار ہوں گے۔

عادل اور غیر عادل حاکم و قاضی

✪ عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ عَمۡرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((اِنَّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنۡ نُّوۡرٍ عَنۡ يَّمِيۡنِ الرَّحۡمٰنِ عَزَّوَجَلَّ وَكِلۡتَا يَدَيۡهِ يَمِيۡنٌ، اَلَّذِيۡنَ يَعۡدِلُوۡنَ فِيۡ حُكۡمِهِمۡ وَ اَهۡلِيۡهِمۡ وَ مَا وَلُوۡا)) (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"عدل کرنے والے بندے (حاکم و قاضی) اللہ تعالیٰ کے ہاں (یعنی آخرت میں) نور کے منبروں پر ہوں گے اللہ تعالیٰ کے داہنی جانب، اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہی ہیں، یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں اور اپنے اہل و عیال اور متعلقین کے معاملات میں اور اپنے اختیارات کے استعمال کے بارے میں عدل سے کام لیتے ہیں۔"

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں اُن اربابِ اختیار کو جو اپنے فیصلوں، اختیارات کے

استعمال اور جملہ معاملات میں عدل کا اہتمام کریں ایک عظیم بشارت سنائی گئی ہے۔ روزِ قیامت وہ اللہ تعالیٰ کے داہنی جانب نور کے منبروں پر بٹھائے جائیں گے۔ اِس دنیا کے شاہی درباروں میں کسی کی کرسی کا تختِ شاہی کے داہنی جانب ہونا اُس کے خاص الخاص اعزاز واکرام کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ گویا عدل کرنے والوں کی روزِ قیامت خاص عزت افزائی کی جائے گی۔

حدیثِ مبارکہ کے الفاظ "عَنۡ یَّمِیۡنِ الرَّحۡمٰنِ" (خداوند رحمن کے داہنی جانب) سے شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید انسانوں کی طرح خالق کے بھی دو ہاتھ ہیں، دایاں اور بایاں۔ پھر انسان کے ذہن میں خالق کی ہستی کا بھی کوئی تصور آ سکتا تھا۔ اِسی لیے وضاحت کردی گئی کہ کہ اللہ تعالیٰ کے تو دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ اُس کی ہستی کا کوئی تصور تو کیا ہی نہیں جا سکتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ" (کوئی چیز بھی اللہ کی مثل یا مثال نہیں ہے)۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی نوعیت اور حقیقت کی دریافت سے ہم عاجز ہیں۔

حدیث کے آخری الفاظ میں "اَلَّذِیۡنَ یَعۡدِلُوۡنَ فِیۡ حُکۡمِهِمۡ وَ اَهۡلِیۡهِمۡ وَمَا وَلُوۡا" یعنی یہ بشارت اُن عادل بندوں کے لیے ہے جو اپنے عدالتی اور حکومتی فیصلوں میں عدل کریں، اپنے اہل وعیال اور اہلِ تعلق کے ساتھ بھی اُن کا رویہ عادلانہ ہو اور اگر وہ کسی کے ولی اور سرپرست ہوں یا کسی جائیداد یا ادارہ کے متولی اور ذمہ دار ہوں تو اُس کے معاملات میں بھی عدل کے تقاضوں کی پابندی کریں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ عدل کا حکم اور اِس پر بشارت کا تعلق صرف اربابِ حکومت اور حاکمانِ عدالت ہی سے نہیں ہے بلکہ اپنے اپنے دائرۂ عمل میں ہر شخص اِس کا مکلف ہے۔

✪ عَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((اِنَّ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَی اللّٰهِ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ وَاَدۡنَاهُمۡ مِنۡهُ مَجۡلِسًا اِمَامٌ عَادِلٌ

ایمانیات، اخلاقیات اور معاملات

وَاَبۡغَضَ النَّاسِ اِلَی اللّٰهِ وَاَبۡعَدَهُمۡ مِنۡهُ مَجۡلِسًا اِمَامٌ جَائِرٌ)) (رواه الترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عدل کرنے والے حاکم قیامت کے دن اللہ کو دوسرے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہوں گے اور اُنہیں اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہوگا۔ اور (اِس کے برعکس) ظلم کرنے والے حاکم اللہ کو لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسند ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور ہوں گے۔

✪ عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ اَبِیۡ اَوۡفٰی رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡقَاضِیۡ مَالَمۡ یَجُرۡ، فَاِذَا جَارَ تَخَلّٰی عَنۡهُ وَ لَزِمَهُ الشَّیۡطَانُ)) (رواه الترمذی)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ (اپنی مدد اور رحمت کے ذریعہ) قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ عدل کا پابند رہے، پھر جب وہ ظلم کا رویہ اختیار کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے الگ اور بے تعلق ہوجاتا ہے (یعنی اللہ کی مدد اور رہنمائی اس کو حاصل نہیں رہتی) اور پھر شیطان اُس کا ہمدم اور رفیق ہوجاتا ہے۔"

حاکم اور قاضی کی نیت اور کوشش جب تک یہ رہے کہ میں حق اور عدل ہی کے مطابق فیصلے کروں اور مجھ سے زیادتی سرزد نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی مدد اور رہنمائی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن جب خود اُس کی نیت خراب ہوجائے اور وہ ظلم کا راستہ اختیار کرلے تو اللہ تعالیٰ اُس کو اپنی مدد اور رہنمائی سے محروم فرما دیتا ہے۔ پھر شیطان ہی اُس کا رفیق و رہنما بن جاتا ہے اور اُسے جہنم کی طرف لے جانے والے راستہ پر چلاتا ہے۔

PDF Compressor Free Version

فیصلہ میں اجتہادی غلطی کا معاملہ

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَ اِذَاحَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَخْطَأَ فَلَهٗ اَجْرٌ)) (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب حاکم (کسی معاملہ کا) فیصلہ کرنا چاہے اور (حق کے مطابق اور صحیح فیصلہ کرنے کے لیے) غور وفکر اور کوشش کرے اور صحیح فیصلہ کر دے تو اُس کو دوہرا اجر ملے گا۔ اور اگر اُس نے حقیقت کو جاننے، سمجھنے اور صحیح فیصلہ کرنے کی کوشش کی اور اس کے باوجود فیصلہ غلط کر دیا تو بھی اس کو ایک اجر و ثواب ملے گا۔“

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں بشارت دی گئی کہ اگر حاکم اور مجتہد کسی معاملہ اور مسئلہ میں صحیح فیصلہ تک پہنچنے کی امکان بھر کوشش کرے اور درست فیصلہ تک پہنچ جائے تو اُس کے لیے دوہرا اَجر ہے۔ ایک صحیح فیصلہ کرنے کی نیت اور کوشش و محنت کا اور دوسرا صحیح فیصلہ کرنے کا۔ البتہ اگر باوجود کوشش کے وہ صحیح نتیجہ پر نہ پہنچ سکے تب بھی وہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا کیونکہ اُس کی نیت حق تک پہنچنے کی تھی اور اِس کے لیے اُس نے غور وفکر اور محنت وکوشش بھی کی۔ البتہ اجر کی یہ بشارتیں اُنہی لوگوں کے لیے ہیں جو فیصلہ کرنے کا علم اور اہلیت رکھتے ہوں۔ نااہلوں کو اجتہاد کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ آگے درج ہونے والی حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص ضروری درجہ کے علم اور اہلیت کے بغیر فیصلے کرے وہ دوزخ کا مستحق ہے۔

جنتی اور دوزخی قاضی وحاکم

✪ عَنْ بُرَیْدَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: ((اَلْقُضَاةُ ثَلٰثَةٌ وَاحِدٌ فِی الْجَنَّةِ وَ اِثْنَانِ فِی النَّارِ فَاَمَّا الَّذِیْ فِی الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ

فَقَضٰی بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِی الْحُكْمِ فَهُوَ فِی النَّارِ، وَرَجُلٌ قَضٰی لِلنَّاسِ عَلٰی جَهْلٍ فَهُوَ فِی النَّارِ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قاضی تین قسم کے ہیں۔ اُن میں سے ایک جنت کا مستحق اور دو دوزخ کے مستحق ہیں۔ جنت کا مستحق وہ قاضی ہے جس نے حق کو سمجھا اور اُس کے مطابق فیصلہ کیا، اور جس قاضی نے حق کو سمجھنے کے باوجود ناحق فیصلہ کیا وہ دوزخ کا مستحق ہے، اور اِسی طرح وہ قاضی بھی دوزخ کا مستحق ہے جو بے علم اور ناواقف ہونے کے باوجود فیصلے کرنے کی جرأت کرتا ہے۔“

رشوت لینے اور دینے والوں پر لعنت

✪ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر۔

تشریح: قاضی کو عدل اور حق کے خلاف فیصلہ پر آمادہ کرنے والے اسباب میں ایک بڑا سبب رشوت کی لالچ ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ کسی مجرم کے لیے اللہ تعالیٰ یا اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لعنت، اُس سے انتہائی ناراضی و بیزاری کا اعلان اور نہایت سنگین سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی پر لعنت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ نے اُس مجرم کو اپنی وسیع رحمت سے محروم کر دینے کا فیصلہ فرما دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا فرشتوں کی طرف سے لعنت کا مطلب اُس شخص سے بیزاری اور اُس کے لیے رحمت سے محروم کر دیے جانے کی بددعا ہوتی ہے۔ گویا اِس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مفہوم یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والوں سے اپنی انتہائی ناراضی و بیزاری کا اظہار فرمایا ہے اور اُن کے لیے بد

PDF Compressor Free Version

دعا فرمائی ہے کہ اللہ اُن کو اپنی رحمت سے محروم کردے۔بعض روایات میں لفظ "اَلرَّائِش" کا اضافہ بھی ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ رشوت لینے اور دینے والے کے علاوہ اُس درمیانی آدمی (دلال) پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی جو رشوت کے لین دین کا ذریعہ اور واسطہ بنا۔ رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین جس بدنصیب سے بیزاری کا اعلان فرمائیں اور اُس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کیے جانے کی بددعا فرمائیں، اُس بدبخت کا کہاں ٹھکانا ہے؟

حاکم اور قاضی بننا بڑی آزمائش ہے

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((مَنْ وَّلِیَ الْقَضَاءَ اَوْجُعِلَ قَاضِیًا بَیْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَیْرِ سِکِّیْنٍ)) (رواه الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس شخص کو فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا گیا یا قاضی بنایا گیا تاکہ لوگوں کے مقدماتِ نزاعات کا فیصلہ کرے تو وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔"

تشریح: جس آدمی کو چھری سے ذبح کیا جائے وہ ۲ سے ۴ منٹ میں ختم ہو جائے گا، لیکن اگر کسی کو چھری کے بغیر ذبح کرنے کی کوشش کی جائے تو ظاہر ہے کہ اُس کا جلدی کام تمام نہ ہوسکے گا اور اُس کی تکلیف طویل وقت تک ہوگی۔ حدیثِ مبارکہ کا مدعا اور مقصد یہ ہے کہ بااختیار منصب دار یا قاضی بننا اپنے کو بڑی آزمائش اور مصیبت میں مبتلا کرنا ہے۔ اِس منصب اور ذمہ داری کے قبول کرنے والے کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ سر پہ کانٹوں کا تاج رکھ رہا ہے۔ ظاہر ہے منصب دار یا قاضی بن جانے کے بعد اِس کا امکان ہے کہ آدمی کی نیت اور اُس کے اخلاق میں فساد آجائے۔ وہ ایسے غلط کام کرنے لگے جن سے اُس کا دین وایمان برباد اور آخرت خراب ہوجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس لیے اِس ذمہ داری سے بہت ڈرایا ہے اور ممکن حد تک اِس سے بچنے کی تاکید فرمائی

ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ حکومتی عہدے اور عدالتی مناصب اُن لوگوں کو نہ دیے جائیں جو اِن کے طالب اور خواہش مند ہوں، بلکہ ایسے لوگوں کو یہ ذمہ داری سپرد کی جائے جو اُس کے طالب نہ ہوں۔

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: ((اِنَّکُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَی الْاِمَارَةِ وَسَتَکُوْنُ نَدَامَةً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَنِعْمَتِ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ)) (رواه البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آئندہ ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ تم لوگ حکومت اور اُس کے عہدوں کی حرص کرو گے اور وہ قیامت کے دن ندامت و پشیمانی کا باعث ہوگی۔ بڑی اچھی لگتی ہے حکومت کی آغوش میں لے کر دودھ پلانے والی اور بہت بُری لگتی ہے دودھ چھڑانے والی۔"

تشریح: اِس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگاہ فرمایا ہے عنقریب امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہیں حکومت اور اُس کے عہدے حاصل کرنے کی حرص ہوگی۔ ایسے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبردار کیا کہ یہ حکومت روزِ قیامت سخت ندامت اور پشیمانی کا باعث ہوگی۔ اُس روز اُنہیں اپنے زیرِ حکومت ہزاروں بندگانِ خدا کے حقوق کے بارے میں جواب دہی کرنی ہوگی۔ اُن سے زیرِ تصرف وسائل کے استعمال کے حوالے سے حساب کتاب ہوگا۔ آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حکومت کا ملنا اِسی طرح اچھا لگتا ہے جیسے بچہ کو دودھ پلانے والی دایہ اچھی لگتی ہے۔ پھر حکومت سے محرومی اِسی طرح بُری لگتی ہے جیسے کہ دودھ چھڑانے والی دایہ بچہ کو بُری لگتی ہے۔ دنیا کی یہ محرومی اور صدمہ تو عارضی ہے لیکن آخرت کا حساب کتاب بہت بھاری ہوگا اور دائمی عذاب کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ لہٰذا حکومت کے طلب گاروں کو اُس کے اُخروی انجام سے غافل نہ ہونا چاہئے۔

PDF Compressor Free Version

حکومت کا طالب اللہ کی مدد و رہنمائی سے محروم ہوتا ہے

✪ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَسْئَلِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِنْ اُعْطِيْتَهَا مِنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا وَاِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ مَّسْئَلَةٍ وُكِلْتَ اِلَيْهَا)) (رواہ البخاری)

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے لیے حکومت کا عہدہ طلب مت کرو، اگر تمہاری طلب کے بغیر تم کو کوئی حکومتی ذمہ داری سپرد کی گئی تو اللہ کی طرف سے اُس میں تمہاری مدد ہوگی اور اگر تمہارے طلب کرنے پر تم کو حکومت کی ذمہ داری سپرد کی گئی تو تم اس کے حوالے کر دیے جاؤ گے (اللہ کی طرف سے تمہاری کوئی مدد اور رہنمائی نہیں ہوگی)۔

✪ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: ((مَنِ ابْتَغَى الْقَضَاءَ وَسَأَلَ فِيْهِ شُفَعَاءَ وُكِلَ اِلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اُكْرِهَ عَلَيْهِ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مَلَكًا يُسَدِّدُهٗ)) (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو کوئی منصبِ قضا کا طالب ہوگا اور اِس کے حصول کے لیے سفارشی تلاش کرے گا تو اُسے اُس کے نفس کے حوالے کر دیا جائے گا (کہ وہ خود ہی اُس کی ذمہ داریوں سے نمٹے جو بہت مشکل اور بڑا خطرناک کام ہے) اور جس شخص کو مجبور کر کے قاضی بنایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی کے لیے خاص فرشتہ نازل فرمائے گا جو اُس کو ٹھیک ٹھیک چلائے گا۔“

تشریح: دونوں احادیث کا مدعا یہ ہے کہ حکومتی عہدہ یا عدالتی منصب اپنے نفس کی خواہش سے نہیں لینا چاہئے۔ جو کوئی اِس طرح حاصل کرے گا، اُس کی ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی کوئی مدد نہ ہوگی۔ اِس کے برعکس جس کو بغیر

اُس کی ذاتی خواہش کے یہ ذمہ داری سپرد کی جائے اور وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اُسے قبول کر لے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایسے بندوں کی مدد اور رہنمائی فرمائی جائے گی۔

قاضیوں کے لیے رہنما اصول اور ہدایات

✪ عَنْ مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَمَّا بَعَثَهٗ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ: ((اَرَاَيْتَ اِنْ عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ كَيْفَ تَقْضِيْ؟)) قَالَ: اَقْضِيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، قَالَ: ((فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؟)) قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قَالَ: ((فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)) قَالَ: اَجْتَهِدُ رَاْيِيْ لَا اٰلُوْ، قَالَ: فَضَرَبَ صَدْرَهٗ ثُمَّ قَالَ: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَا يُرْضِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم))

(رواہ الدارمی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو قاضی بنا کر یمن کے لیے روانہ فرمایا تو دریافت فرمایا: ”دیکھو جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہوگا تو تم اُس کا فیصلہ کس طرح کرو گے؟“ اُنہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ کی کتاب (قرآنِ مجید کی ہدایت) کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اگر کتاب اللہ میں تمہیں (اُس کے بارے میں کوئی) ہدایت نہ ملے (تو کیا کرو گے؟)“ اُنہوں نے عرض کیا کہ پھر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں بھی تمہیں (اُس بارے میں کوئی) ہدایت نہ ملے (تو کیا کرو گے؟)“ اُنہوں نے عرض کیا تو پھر میں اپنی رائے سے کام لوں گا اور اجتہاد کروں گا اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھوں گا۔ یہ جواب سن کر رسول

PDF Compressor Free Version

اللہ ﷺ نے اُن کا سینہ ٹھونکتے ہوئے شاباشی دی اور فرمایا: "حمد و شکر اُس اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کے نمائندہ کو ایسی بات کی توفیق دی جس نے اللہ کے رسول ﷺ کو خوش کیا۔"

تشریح: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جنہیں اپنے طالب علمانہ مزاج اور رسول اللہ ﷺ کی طویل صحبت اور خصوصی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں کتاب و سنت کے علم اور دین و شریعت کے فہم میں امتیازی مقام حاصل ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری دور میں اُنہیں یمن کا حاکم بنا کر بھیجا۔ وہ آپ ﷺ سے سیکھ چکے تھے کہ کسی فیصلہ طلب معاملہ کے بارے میں ہدایت حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ اگر وہاں سے ہدایت نہ مل سکے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ وہاں بھی نہ ملے تو کتاب و سنت کی روشنی میں اجتہاد و قیاس کیا جائے۔ اُنہیں یمن روانہ کرتے ہوئے بطورِ امتحان آپ ﷺ نے پوچھا کہ مقدمات کا فیصلہ کس طرح کرو گے؟ اُنہوں نے اُس کا وہ جواب دیا جو حدیث میں مذکور ہوا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں شاباش دی، اُن کا سینہ ٹھونکا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُنہوں نے آپ ﷺ کی مرضی اور منشاء کے مطابق جواب دیا۔

یہ حدیثِ مبارکہ اِس لحاظ سے غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے کہ دین و شریعت میں اجتہاد و قیاس کی یہ سب سے زیادہ واضح بنیاد ہے۔ اُمت کے ہر دَور کے فقہاء و مجتہدین نے اِسی حدیث کو بنیاد بنا کر اجتہاد و قیاس سے کام لیا ہے اور اُن ہزاروں مسائل و معاملات کا فیصلہ کیا ہے جن کے بارے میں واضح ہدایت اور حکم کتاب و سنت میں نہیں ہے۔ اِس حدیث سے یہ رہنمائی بھی ملتی ہے کہ کسی معاملہ اور مسئلہ میں قیاس و اجتہاد کی گنجائش اُسی وقت ہے جب کہ اُس کے بارے میں کتاب و سنت میں کوئی حکم و ہدایت نہ مل سکے۔

✪ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((اَنَّ الْخَصْمَيْنِ يَقْعُدَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْحَكَمِ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ "مقدمہ کے دونوں فریق حاکم کے سامنے بیٹھیں۔"

تشریح: اِس فرمانِ نبوی ﷺ میں تلقین کی گئی حاکم کو چاہیے کہ مقدمہ کے دونوں فریقوں کے ساتھ اس کا برتاؤ مساویانہ ہو۔ کسی فریق کی کسی خصوصیت یا تعلق کی وجہ سے اُس کے ساتھ ترجیحی سلوک نہ ہو۔ قاضی کے سامنے دونوں کی نشست یکساں ہو۔

✪ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((اِذَا تَقَاضٰى اِلَيْكَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْاَوَّلِ حَتّٰى تَسْمَعَ كَلَامَ الْاٰخَرِ فَسَوْفَ تَدْرِيْ كَيْفَ تَقْضِيْ)) قَالَ عَلِيٌّ فَمَا زِلْتُ قَاضِيًا بَعْدُ

(رواہ الترمذی)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: "جب تمہارے پاس دو آدمی (کوئی مقدمہ لے کر) فیصلہ کرانے آئیں تو تم پہلے ہی فریق کی بات سن کر فیصلہ نہ دے دو، جب تک کہ دوسرے کا بیان نہ سن لو، ایسا کرو گے تو تم سمجھ لو گے اور جان لو گے کہ تم کس طرح اور کیسا فیصلہ کرو۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اِس کے بعد سے میں برابر قاضی رہا ہوں۔

تشریح: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت میری عمر بہت کم ہے اور میں مقدمات اور نزاعات کا فیصلہ کرنا نہیں جانتا۔ آپ ﷺ نے اُنہیں اطمینان دلایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد اور رہنمائی فرمائے گا اور تم سے صحیح فیصلہ کرائے گا۔ ساتھ ہی یہ اصولی ہدایت فرمائی کہ جب کوئی قضیہ تمہارے سامنے آئے تو جب تک تم دونوں فریقوں کا بیان نہ سن لو

PDF Compressor Free Version

اُس وقت تک کوئی رائے قائم نہ کرو اور نہ فیصلہ دو۔ جب دونوں کی بات سننے کے بعد معاملہ پر غور کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی ہوگی اور صحیح فیصلہ کی توفیق ملے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس حدیثِ مبارکہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو فرمایا تھا اُس کا ظہور اِس طرح ہوا کہ مقدمات و نزاعات کے فیصلہ کے باب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان آپ رضی اللہ عنہ کو خصوصی امتیاز حاصل تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ آخری فیصلہ سمجھا جاتا تھا۔

✪ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ((لَا یَقْضِیَنَّ حَکَمٌ بَیْنَ اثْنَیْنِ وَھُوَ غَضْبَانُ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا یہ فرماتے ہوئے: ”ہرگز فیصلہ نہ کرے کوئی قاضی یا حاکم دو افراد کے درمیان کسی معاملہ کا جبکہ وہ غصہ کی حالت میں ہو۔“

تشریح: غصہ کی حالت میں آدمی کا ذہنی توازن صحیح نہیں ہوتا۔ اِس لیے رسول اللہ ﷺ نے تاکید فرمائی کہ ایسی حالت میں کوئی قاضی کسی مقدمہ کا فیصلہ نہ کرے۔ اگر قاضی کو غصہ مقدمہ کے کسی فریق پر ہو تو اِس کا بھی خطرہ ہے کہ فیصلہ میں ظلم ہو جائے۔ فیصلہ ایسے وقت کیا جائے جب دماغ ٹھنڈا اور اعتدال و سکون کی حالت میں ہو۔

دعوے کے لیے دلیل اور ثبوت ضروری ہے

✪ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((لَوْ یُعْطَی النَّاسُ بِدَعْوَاھُمْ لَادَّعٰی نَاسٌ دِمَآءَ رِجَالٍ وَ اَمْوَالَھُمْ وَلٰکِنَّ الْیَمِیْنَ عَلَی الْمُدَّعٰی عَلَیْہِ)) (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر محض دعوے پر لوگوں کے حق میں فیصلہ کر دیا جایا کرے تو لوگ دوسروں کے خلاف (بے باکی سے) خون یا مال کے

(جھوٹے سچے) دعوے کرنے لگیں گے۔ لیکن (محض کسی کے دعوے پر اُس کے حق میں فیصلہ نہیں کیا جائے گا بلکہ ثبوت طلب کیا جائے گا اور ثبوت و شہادت نہ ہونے کی صورت میں) مدعیٰ علیہ سے حلفیہ انکاری بیان لیا جائے گا۔

تشریح: اگر کوئی شخص عدالت میں کسی کے خلاف کوئی دعویٰ دائر کرے تو خواہ دعویٰ کرنے والا کیسا ہی نیک اور بلند مرتبہ کیوں نہ ہو، محض اُس کے دعوے کی بنیاد پر قاضی اُس کے حق میں فیصلہ نہیں کر سکے گا۔ اسلامی قانون میں ہر دعوے کے لیے ضابطہ کے مطابق ثبوت اور شہادت پیش کرنا ضروری ہے۔ اگر مدعی شہادت اور ثبوت پیش نہ کر سکے تو مدعا علیہ سے کہا جائے گا کہ اگر اُسے دعویٰ تسلیم نہیں ہے تو وہ حلف کے ساتھ کہے کہ یہ دعویٰ غلط ہے۔ اگر مدعا علیہ اِس طرح کے حلف سے انکار کرے تو دعویٰ صحیح قرار دے کر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اگر وہ حلف کے ساتھ مدعی کے دعوے کو غلط قرار دے تو دعویٰ خارج کر دیا جائے گا اور مدعا علیہ کے حق میں فیصلہ دے دیا جائے گا۔ یہ وہ عدالتی ضابطہ ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی۔

صحیح مسلم کی اِس روایت کے الفاظ میں مدعی سے ثبوت و شہادت طلب کرنے کا ذکر نہیں ہے، صرف مدعا علیہ سے حلفیہ انکاری بیان لینے کا بیان ہے۔ البتہ دوسری روایات میں پہلے مدعی سے ثبوت و شہادت طلب کرنے کا ذکر ہے۔

✪ عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ قَیْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ کَانَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ رَجُلٍ مِنَ الْیَھُوْدِ اَرْضٌ فَجَحَدَنِیْ فَقَدَّمْتُہٗ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اَلَکَ بَیِّنَۃٌ)) قُلْتُ: لَا، فَقَالَ لِلْیَھُوْدِیِّ: ((اِحْلِفْ)) قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِذًا یَّحْلِفُ یَذْھَبُ بِمَا لِیْ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَاَیْمَانِھِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ

PDF Compressor Free Version

وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (آل عمران:77) (رواہ البخاری)

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے بیان کیا کہ ایک زمین میری اور ایک یہودی کی مشترکہ ملکیت تھی، اُس نے میری ملکیت سے انکار کردیا اور تنہا اُس زمین کا مالک بن بیٹھا۔ میں اُس یہودی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا (اور اپنا مقدمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "تمہارے پاس اپنے دعوے کی کوئی دلیل (یعنی گواہ) ہے؟" میں نے عرض کیا کہ کوئی گواہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودی سے فرمایا: قسم کھاؤ (کہ زمین میں مدعی کا کوئی حصہ نہیں ہے تنہا میری ہے)۔ (اشعث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت یہ یہودی (جھوٹی) قسم کھالے گا اور میرا مال یعنی میری جائیداد ہڑپ کرلے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی: (اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِھِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۷﴾) (آلِ عمران: 77) "بے شک وہ جو اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو اور اپنی قسموں کو بیچ دیتے ہیں تھوڑی سی قیمت کے عوض، ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ اُن سے نہ بات کرے گا اور نہ اُن کی طرف دیکھے گا روزِ قیامت اور نہ ہی اُنہیں پاک کرے گا۔ اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی قضیہ میں مدعی مسلم اور مدعا علیہ غیر مسلم ہو تب بھی اِسلامی قانون کے مطابق کارروائی کی جائے گی۔ مدعی کے پاس ثبوتِ شہادت نہ ہونے کی صورت میں اگر غیر مسلم مدعا علیہ حلف کے ساتھ انکاری بیان دے گا

تو اُس کو قبول کرلیا جائے گا۔ اگر فی الواقع اُس نے بد دیانتی کی ہے اور جھوٹا حلفیہ بیان دیا ہے تو آخرت میں وہ اُس کی سخت ترین سزا پائے گا۔

✪ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِنْ کِنْدَةَ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ الْحَضْرَمِیُّ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّ ھٰذَا غَلَبَنِیْ عَلٰی اَرْضٍ لِّیْ کَانَتْ لِأَبِیْ فَقَالَ الْکِنْدِیُّ ھِیَ اَرْضِیْ فِیْ یَدِیْ اَزْرَعُھَا لَیْسَ لَهٗ فِیْھَا حَقٌّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِلْحَضْرَمِیِّ: ((اَلَكَ بَیِّنَةٌ؟)) قَالَ لَا قَالَ: ((فَلَكَ یَمِیْنُهٗ)) قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا یُبَالِیْ عَلٰی مَاحَلَفَ عَلَیْهِ وَلَیْسَ یَتَوَرَّعُ مِنْ شَیْءٍ، فَقَالَ: ((لَیْسَ لَكَ مِنْهُ اِلَّا ذَالِكَ)) فَانْطَلَقَ لِیَحْلِفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَمَّا اَدْبَرَ ((اَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلٰی مَالِهٖ لِیَأْکُلَهٗ ظُلْمًا لَیَلْقَیَنَّ اللّٰهَ وَھُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ)) (رواہ مسلم)

حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب حضرموت سے (یعنی حضرمی) اور ایک صاحب قبیلہ کندہ کے (یعنی کندی) اپنا مقدمہ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرمی نے (جو مدعی تھا) عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اِس کندی نے ایک ایسی زمین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے جو میری ہے اور پہلے میرے والد کی تھی۔ کندی نے (جو مدعا علیہ تھا) جواب میں کہا کہ وہ زمین فی الواقع میری ہی ملکیت ہے، میرے قبضہ میں ہے، میں اُس میں کھیتی باڑی کرتا ہوں اور اُس پر مدعی کا کوئی حق نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدعی حضرمی سے فرمایا: "کیا تمہارے پاس دعوے کی دلیل (یعنی گواہ) ہے؟" اُس نے عرض کیا کہ گواہ تو نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "پھر تو تم کو صرف یہ حق ہے کہ

PDF Compressor Free Version

اپنے مدعا علیہ کندی سے قسم لے لو۔" حضرمی نے عرض کیا کہ حضرت یہ آدمی تو بددیانت ہے، اِس کو اِس کی کچھ پرواہ نہیں کہ کس بات کی قسم کھا رہا ہے اور کسی بھی (بُری) بات سے اِس کو پرہیز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم کو بس یہی حق ہے کہ اِس آدمی سے قسم لے لو! (کچھ بھی ہو جب تمہارے پاس دعوے کے گواہ نہیں ہیں)" تو جب وہ کندی حلف اٹھانے کے لیے دوسری طرف کو چلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اُس کو آگاہی دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: "اگر اُس نے حضرمی کا مال ظالمانہ اور ناجائز طور پر ہڑپ کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو وہ اللہ کے حضور میں اِس حال میں پیش ہوگا کہ اللہ تعالیٰ (غضب و ناراضی کی وجہ سے) اُس کی طرف سے رُخ پھیر لیں گے۔"

تشریح: بلاشبہ آخرت میں کسی بندے کی یہ انتہائی بدبختی اور بدنصیبی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ غضب و ناراضی کی وجہ سے اُس کی طرف سے رُخ پھیر لیں۔ یہ اُس کے اللہ کی بارگاہ میں مردود اور ناقابلِ معافی ہونے کی علامت ہوگی۔ عارضی دنیا کے حقیر فائدہ کے بدلہ میں کتنی بڑی محرومی ہے جس سے ایک غاصب انسان دوچار ہوگا۔ سنن ابی داؤد میں نقل کی گئی روایت کے آخر میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخرت کے بُرے انجام کی وعید سنائی تو کندی قسم کھانے سے رُک گیا اور اُس نے اقرار کرلیا کہ وہ زمین مدعی حضرمی ہی کی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِسی کے مطابق فیصلہ فرما دیا۔

جھوٹے دعوے اور جھوٹی قسم کا انجام جہنم ہے

✪ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَقُوْلُ: ((مَنِ ادَّعٰی مَا لَیْسَ لَهٗ فَلَیْسَ مِنَّا وَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ))

(رواہ مسلم)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے بیان کیا کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: "جو کوئی کسی ایسی چیز پر دعویٰ کرے جو فی الحقیقت اُس کی نہیں ہے، تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اُس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔"

تشریح: عدالت میں جھوٹا دعویٰ کرنا اور اِسی طرح ناجائز طور پر کسی کی چیز حاصل کرنے یا اُس کو نقصان پہنچانے کے لیے جھوٹی قسم کھانا بدترین اور شدید ترین گناہوں میں سے ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان کہنے اور مسلمانوں میں شمار کرنے والے شخص کے لیے اِس سے زیادہ سخت و شدید وعید کیا ہوسکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے بارے میں فرمادیں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے، ہماری جماعت سے خارج ہے اور اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اللہ کی پناہ!

✪ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ ((مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ بِیَمِیْنِهٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ)) فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ وَاِنْ کَانَ شَیْئًا یَسِیْرًا یَا رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ ((وَاِنْ کَانَ قَضِیْبًا مِّنْ اَرَاكٍ)) (مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس کسی نے جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا کوئی حق مارا (اور عدالتی فیصلے سے اُس کی کوئی چیز حاصل کرلی) تو اللہ نے اُس شخص کے لیے دوزخ واجب کردی ہے اور جنت حرام۔" ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگرچہ وہ چیز بالکل معمولی اور تھوڑی سی ہو (تب بھی یہی سزا ہوگی؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اگرچہ (جنگلی درخت) پیلو کی ایک ٹہنی ہی ہو۔"

تشریح: اگر کسی نے عدالت میں جھوٹی قسم کھا کر کسی دوسرے بندے کی بالکل معمولی اور بے قیمت چیز بھی حاصل کی تو اُس نے بھی اتنا بڑا گناہ کیا جس کی سزا میں اُس کو دوزخ

PDF Compressor Free Version

کا عذاب ضرور بھگتنا ہوگا اور مؤمنین و صالحین والی جنت سے محروم رہے گا۔ حدیثِ مبارکہ میں مسلمان کے حق مارنے کا ذکر ہے۔ یہ اِس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ کا معاشرہ اسلامی معاشرہ ہی تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے عموماً مسلمانوں ہی کے باہمی مقدمات پیش ہوتے تھے۔ البتہ کسی غیر مسلم کی چیز بھی جھوٹی قسم کھا کر حاصل کرنا اِسی طرح حرام ہے جس طرح مسلمان کی چیز حاصل کرنا۔

✪ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قَالَ: ((اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضُكُمْ اَنْ يَكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْم بَعْضٍ فَاَقْضِيَ لَهٗ عَلٰى نَحْوِ مَا اَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ مِنْ حَقِّ اَخِيْهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ))

(رواه البخاری)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "میں ایک بشر ہوں اور تم لوگ میرے پاس اپنے نزاعات اور مقدمات لاتے ہو، اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے ایک زیادہ بولنے والا اور بہتر انداز میں تقریر کر کے اپنی دلیل پیش کرنے والا ہو دوسرے سے، اور پھر میں اُس کی بات سن کر اُس کے مطابق اُس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔ تو اِس طرح میں جس کے لیے اُس کے بھائی کی چیز کا فیصلہ کر دوں تو وہ اُس کو ہرگز نہ لے، (اُس کے جھوٹے دعوے کے نتیجہ میں) میں اُس کو جو دیتا ہوں وہ (انجام کے لحاظ سے) اُس کے واسطے دوزخ کا ایک حصہ ہے۔"

تشریح: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک چرب زبان آدمی دوسرے کی چیز پر جھوٹا دعویٰ کرتا ہے اور اُس کے لیے ایسے دلائل پیش کرتا ہے کہ قاضی اُس کو برحق سمجھ کر اُس کے حق میں فیصلہ دے دیتا ہے۔ اِسی طرح کبھی کوئی جھوٹا مدعا علیہ اپنی چرب زبانی سے اور جھوٹی قسم کھا کر اپنی سچائی کا قاضی کو یقین دلا دیتا ہے اور وہ اُس کے حق میں فیصلہ کر دیتا

ہے۔ تو قاضی کے اِس فیصلہ سے وہ چیز اُس جھوٹے مدعی یا مدعا علیہ کے لیے حلال و جائز نہیں ہو جاتی، حرام ہی رہتی ہے اور جھوٹا مقدمہ لڑنے اور جھوٹی قسم کھانے والے جہنمی بن جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی ایک بشر ہوں اور کسی مقدمہ باز کی چرب زبانی سے متاثر ہو کر مجھ سے بھی خلافِ حق فیصلہ ہوسکتا ہے۔ میرے فیصلہ سے بھی وہ چیز جھوٹے فریق کے لیے حلال نہ ہوگی حرام ہی رہے گی۔

جھوٹی قسم کھانا شدید ترین گناہِ کبیرہ ہے

✪ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اُنَيْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: ((اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَلشِّرْكُ بِاللهِ وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ وَمَا حَلَفَ حَالِفٌ بِاللهِ يَمِيْنَ صَبْرٍ فَاَدْخَلَ فِيْهَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوْضَةٍ اِلَّا جُعِلَتْ نُكْتَةً فِيْ قَلْبِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ))

(رواه الترمذی)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے (اور سب سے خبیث) گناہ ہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا اور جو قسم کھانے والا اللہ کی قسم کھائے اور اُس میں مچھر کے پر کے برابر گڑ بڑ کرے (یعنی ذرہ برابر بھی جھوٹ یا خیانت شامل کرے) تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اُس کے دل پر قیامت تک کے لیے ایک داغ ڈال دیا جاتا ہے (یعنی اُس کا وبال قیامت میں ظاہر ہوگا)۔

✪ عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ: ((عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاكِ بِاللهِ)) ثَلٰثَ مِرَارٍ ثُمَّ قَرَءَ: (فَاجْتَنِبُوا

PDF Compressor Free Version

الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قُوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ) (رواہ ابوداؤد)

خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک دن) صبح کی نماز پڑھی، جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا: "جھوٹی گواہی شرک کے برابر کردی گئی ہے۔"
یہ بات آپ ﷺ نے تین دفعہ ارشاد فرمائی، پھر آپ ﷺ نے (قرآن پاک کی) یہ آیت پڑھی:

(فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قُوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ)

"اے لوگو! بت پرستی کی گندگی سے بچو، اور جھوٹی گواہی سے بچو، یکسوئی کے ساتھ بس اللہ ہی کے ہو کے رہو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہ ہو۔"

تشریح: رسول اللہ ﷺ نے اپنے اِس مبارک ارشاد میں سورۂ حج کی آیت ۳۱ تلاوت فرمائی جس میں شرک و بت پرستی کے ساتھ جھوٹی بات سے بچنے اور پرہیز کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ دراصل شرک کرنا بھی ایک بہت بڑا جھوٹ ہے جو اللہ کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ گویا آپ ﷺ نے مخاطبین کو سمجھایا کہ شہادتِ زور (جھوٹی شہادت) ایسا ہی گندا اور خبیث گناہ ہے جیسا کہ شرک و بت پرستی۔ ایمان والوں کو اِس گناہ سے ایسا ہی پرہیز کرنا چاہئے جیسا کہ شرک و بت پرستی سے۔

کن لوگوں کی گواہی معتبر نہیں

✪ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسٰى رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ وَلَا زَانٍ وَلَا زَانِيَةٍ وَلَا ذِيْ غِمْرٍ عَلٰى اَخِيْهِ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت سلمان بن موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت، زانی مرد اور زانیہ عورت اور اپنے بھائی سے دشمنی رکھنے والے کی بھائی کے خلاف شہادت قابلِ قبول نہیں۔"

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں پہلے خیانت اور زنا کا ارتکاب کرنے والے مردوں اور عورتوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اُن کی شہادت قابلِ قبول نہیں۔ یہ دو گناہ بطورِ مثال بیان ہوئے ہیں۔ اصول اور قانون یہ ہوگا کہ جو شخص کبائر اور فواحش کا مرتکب ہو یا فاسق و فاجر ہو، اُس کی شہادت قبول نہ ہوگی۔ ایسے گناہوں کا ارتکاب اِس بات کی دلیل ہے کہ اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے۔ اُس کی سچائی پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ کسی دشمنی رکھنے والے کی مخالفانہ گواہی کے قابلِ قبول نہ ہونے کی وجہ بالکل ظاہر ہے۔
ایک اور روایت میں ہے کہ جو آدمی کسی گھرانے سے وابستہ ہو، اُس کا رہنا سہنا کھانا پینا اُنہیں کے ساتھ ہو، اُس گھرانے کے حق میں اُس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ ایسا شخص تو گویا اُسی گھرانے کا ایک فرد ہے اِس لیے اُس کی اِس گھرانہ کے حق میں گواہی کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟ اِس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ گھر والوں کی گواہی اپنے ہی گھر والوں کے حق میں بدرجۂ اولیٰ قابلِ رد ہوگی۔

PDF Compressor Free Version

دعائے استخارہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسۡتَخِیۡرُكَ بِعِلۡمِكَ

اے اللہ بیشک میں آپ کے علم کے ذریعے آپ سے خیر طلب کرتا ہوں

وَاَسۡتَقۡدِرُكَ بِقُدۡرَتِكَ

اور میں آپ کی قدرتِ (کاملہ) کے ذریعے (اس کام پر) قدرت طلب کرتا ہوں

وَاَسۡئَلُكَ مِنۡ فَضۡلِكَ الۡعَظِیۡمِ

اور آپ کے فضلِ عظیم کا سوال کرتا ہوں

فَاِنَّكَ تَقۡدِرُ وَلَآ اَقۡدِرُ

پس بیشک آپ ہی قدرتِ (حقیقی) رکھتے ہیں، میں قدرت نہیں رکھتا

وَتَعۡلَمُ وَلَآ اَعۡلَمُ

اور آپ (ہر چیز کی حقیقت) جانتے ہیں اور میں نہیں جانتا

وَاَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ

اور آپ چھپی چیزوں کو بھی خوب جاننے والے ہیں

اَللّٰھُمَّ اِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَا الۡاَمۡرَ

اے اللہ اگر آپ کے علم میں یہ کام

خَیۡرٌ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَمَعَاشِیۡ

بہتر ہے میرے لئے میرے دین اور میری دنیا (کے معاملے) میں

وَعَاقِبَةِ اَمۡرِیۡ

اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے

فَاقۡدُرۡهُ لِیۡ وَیَسِّرۡهُ لِیۡ

پس تو اسے میرا مقدر کر دے اور اسے میرے لئے آسان کر دے

ثُمَّ بَارِكۡ لِیۡ فِیۡهِ

پھر اس کام میں مجھے برکت عطا کر

وَاِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَا الۡاَمۡرَ

اور اگر آپ کے علم میں یہ کام

شَرٌّ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَ مَعَاشِیۡ

باعثِ شر ہے میرے لئے میرے دین اور میری دنیا (کے معاملے) میں

وَعَاقِبَةِ اَمۡرِیۡ

اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے

فَاصۡرِفۡهُ عَنِّیۡ

تو اس کام کو مجھ سے دور کر دے

وَاصۡرِفۡنِیۡ عَنۡهُ

اور مجھے اس (کام) سے دور کر دے

وَاقۡدُرۡ لِیَ الۡخَیۡرَ حَیۡثُ کَانَ

اور خیر و خوبی کو میرا مقدر کر چاہے جہاں بھی ہو

ثُمَّ اَرۡضِنِیۡ بِهٖ (صحیح البخاری)

اور پھر مجھے اپنے اس فیصلے پر راضی رہنے کی توفیق عطا کر دے۔

نوٹ: نشان زدہ لفظ (الامر) کی جگہ اپنے کام کا ذکر کرنا چاہئے مثلاً اَلنِّکَاح، اَلۡبَیۡع، اَلسَّفَر وغیرہ لیکن اگر نام نہ لیا جاسکے تو صرف اس کام کو ذہن میں لانا ہی کافی ہے۔

PDF Compressor Free Version

نماز حاجت

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى))

(سنن ابی داؤد)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کو جب کوئی معاملہ فکرمند کرتا تھا تو آپ ﷺ نماز پڑھنے لگتے تھے۔

شارح مشکوٰۃ سلطان علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "نبی اکرم ﷺ کا یہ طرزِ عمل حکم باری تعالیٰ (وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ) (البقرة:45) (مدد طلب کرو نماز اور صبر کے ذریعے سے) کی پیروی میں ہے اور مذکورہ نماز صلاۃ حاجات کہلائی جاسکتی ہے کیونکہ یہ کسی خاص کیفیت یا وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔" امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ یہ الفاظ روایت کیے ہیں (اِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ فَزِعَ إِلَى الصَّلَاةِ))"جب آپ ﷺ کو کوئی معاملہ غمگین کرتا تھا تو آپ ﷺ نماز کی طرف لپکتے تھے۔"

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ((مَنْ تَوَضَّأَ، فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يُتِمُّهُمَا، أَعْطَاهُ اللهُ مَا سَأَلَ مُعَجِّلًا أَوْ مُؤَخِّرًا))

(مسند احمد)

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اے لوگو! بے شک میں نے خود سنا کہ اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے تھے "جو کوئی وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے پھر وہ دو رکعت نماز ادا کرے اور ختم کرنے کے بعد دعا کرے تو اللہ اس کی مانگی ہوئی چیز جلد یا بدیر اسے ضرور عطا کرے گا"۔

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ أَبِي أَوْفٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ((مَنْ كَانَتْ لَهُ إِلَى اللهِ حَاجَةٌ أَوْ إِلَى أَحَدٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُحْسِنِ الْوُضُوءَ ثُمَّ لِيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لِيُثْنِ عَلَى اللهِ وَلْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِيَقُلْ.....

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے اللہ تعالیٰ یا مخلوق میں سے کسی شخص سے کوئی حاجت وابستہ ہو تو اسے چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے، پھر وہ اللہ کی حمد وثنا کرے اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے پھر یوں دعا کرے......"

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ	اللہ کے سوا کوئی مالک و معبود نہیں، وہ بڑے حلم والا اور بڑا کریم ہے،
سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ	پاک ہے، وہ اللہ جو عرشِ عظیم کا بھی رب اور مالک ہے
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	ساری حمد و ستائش اُس اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے
أَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ	اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اُن اعمال اور اُن اخلاق و احوال کا جو تیری رحمت کا موجب اور وسیلہ اور تیری مغفرت اور بخشش کا پکّا ذریعہ بنیں
وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ	اور تجھ سے طالب ہوں ہر نیکی سے فائدہ اٹھانے اور حصہ لینے کا
وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ	اور ہر گناہ اور معصیت سے سلامتی اور حفاظت کا

PDF Compressor Free Version

لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ	خداوندا! میرے سارے ہی گناہ بخش دے
وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ	اور میری ہر فکر اور پریشانی دور کردے
وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا	اور میری ہر حاجت جس سے تو راضی ہو اُس کو پورا فرما دے۔
يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ (ترمذی، ابن ماجہ)	سب مہربانوں سے بڑے مہربان!

مالی معاملات کے حوالہ سے باہمی لین دین کے ضمن میں

ایک اہم قرآنی ھدایت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا	اے لوگو! جو ایمان لائے ہو
اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى	جب تم آپس میں ادھار کا معاملہ کرو ایک طے شدہ مدت تک کے لئے
فَاكْتُبُوْهُ ؕ	پس اس کو لکھ لیا کرو
وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ	اور چاہیے کہ تمہارے درمیان اس کو لکھے ایک کاتب (لکھنے والا) عدل کے ساتھ
وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ	اور چاہیے کہ کاتب انکار نہ کرے کہ وہ لکھے جیسا کہ اللہ نے اس کو سکھایا ہے اس کو چاہیے کہ وہ لکھے
وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ	اور چاہیے کہ املاء وہ کرائے جس کے اوپر حق ہے (ادھار لینے والا) اور وہ اللہ کی نافرمانی سے بچے جو کہ اس کا رب ہے
وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ	اور وہ اس میں کوئی کمی نہ کرے پھر
فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ	اگر وہ جس کے اوپر حق ہے (مقروض) وہ ناسمجھ ہے (بے عقل ہے) یا کمزور ہے یا وہ استطاعت نہ رکھتا ہو کہ املا کرا سکے
فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ	تو چاہیے کہ اس کا کوئی ولی املا کرائے عدل کے ساتھ

PDF Compressor Free Version

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ	اور گواہ کر لیا کرو دو گواہ اپنے مردوں (مسلمانوں) میں سے
فَإِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ	پھر اگر دو مرد موجود نہ ہوں
فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ	تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں
مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ	جن کو بھی تم پسند کرتے ہو گواہوں میں سے (جن پر دونوں فریقوں کا اعتماد ہو)
اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى	اگر ان دونوں عورتوں میں سے ایک بھول جائے تو پھر ان میں سے ایک دوسری کو یاد کرا دے
وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا	اور گواہ انکار نہ کریں جب بھی وہ بلائے جائیں
وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ	اور سستی نہ کرو کہ تم اس کو لکھو خواہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو جب کہ وہ ایک مدت تک کے لیے ہو
ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ	یہی مبنی بر عدل ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک
وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ	اور زیادہ قائم رکھنے والا ہے گواہی کے لیے
وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا	اور اس کے زیادہ قریب ہے کہ تم شک نہ کرو
اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً	سوائے اس کے کہ جو ہو کوئی فوری لین دین (فوری تجارت)
تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ	اور تم اسے آپس میں طے کر رہے ہو

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا	تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اس کو نہ لکھو
وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ	اور گواہ ٹھہرا لیا کرو کہ جب بھی تم آپس میں سودا کرو
وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ	نہ نقصان پہنچائے لکھنے والا اور نہ ہی گواہ (یا نقصان نہ پہنچایا جائے لکھنے والے کو اور نہ گواہ کو)
وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ	اور اگر تم نے ایسا کیا تو پھر بیشک یہ گناہ کی بات ہے تمہاری طرف سے تو اللہ کی نافرمانی سے بچو
وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ تمہیں سکھاتا ہے
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (البقرة:282)	اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے

PDF Compressor Free Version

ایمانیات، اخلاقیات اور معاملات

200

197
198
199
200

PDF Compressor Free Version

PDF Compressor Free Version

PDF Compressor Free Version

ایمانیات،اخلاقیات اور معاملات

PDF Compressor Free Version

PDF Compressor Free Version

ایمانیات،اخلاقیات اور معاملات